کتاب واقعات سیرت النبی ﷺ از حافظ خادم حسین رضوی

میں پیش کردہ احادیث پر

ایک علمی محاکمہ

از خواجہ عبدالعظیم احمد، فاضل عربی۔ ریسرچ اسکالر

مقدمہ

علمی حلقوں میں جذبات کی کتنی اہمیت ہے اس بات کے قطع نظر ایک عالم ہمیشہ علمی مقدمہ کو علم ہی کی عینک سے دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اگر ایک تاریخی روایت بیان کی گئی ہے تو ہمیں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے، جن میں۔ اس تاریخی روایت کا کیا پس منظر تھا؟ کیا وہ روایت کسی مستند ذریعہ سے ہم تک پہنچی؟ اس روایت کے بیان کرنے والوں میں کسی قسم کا نقص تو نہیں تھا؟ کیا وہ روایت مزاج نبوی ﷺ سے ہم آہنگ ہے؟ کیا وہ روایت علم روایت کے اصولوں کے ساتھ ساتھ علم درایت کے اصولوں پر پورا اترتی ہے؟ اور اگر معاملہ حضرت رسول کریم ﷺ سے متعلق ہو تو اس صورت میں تو اور بھی احتیاط، بصیرت اور کامل توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کا ایک قلبی تعلق ہے۔ یہ ایسا تعلق ہے جہاں انسان اپنے محبوب کی ہر بات اور ہر ادا کو آنکھیں بند کر کے مان لیتا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ سے متعلق کوئی بھی بات بغیر احتیاط اور کامل علم کے نہیں کی جانی چاہیئے۔ علماء کرام نے اس حوالہ سے ایک عظیم الشان خدمت اسلام کی۔ حدیث کی صحت کو پرکھنے کے لئے علم روایت، علم اسماء الرجال، علم جرح وتعدیل وغیرہ معرض وجود میں آئے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام محمد بن سیرین (المتوفیٰ 110ھ) نے ایک بار کہا،

"لم یکونوا رضی اللہ عنهم یسالون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا : سموا لنا رجالکم فینظر الی اهل السنة فیؤخذ حدیثهم و ینظر الیٰ اهل البدع فلا یؤخذ عنهم۔"[1]

یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی آپس میں کسی روایت کی اسناد سے متعلق سوال نہیں کیا، مگر جب (علمی وفکری) فتنوں کا آغاز ہوا تو کہا جاتا تھا، کہ اس روایت کے راوی کا نام بتاؤ تا کہ سنت نبوی ﷺ پر عامل راوی سے روایت کا اخذ کیا جائے اور اہل بدعت راوی کی روایت کو ترک کر دیا جائے۔

علم حدیث میں اس طرح کی چھان پھٹک کو امام جوزی (المتوفیٰ 597ھ) نے ایک اور زاویہ سے دیکھا، آپ فرماتے ہیں۔

"و لما لم یمکن احد ان یدخل فی القرآن شیئاً لیس منه اخذ اقوام یزیدون فی حدیث رسول اللہ ﷺ و ینقصون و یبدلون و یضعون علیه ما لم یقل، فانشا اللہ عز وجلّ علماء یذبون عن النقل ، و یوضحون الصحیح و یفضحون القبیح و ما یخلی اللہ منهم عصراً من العصور غیر ان هٰذا النسل قل فی هٰذا الزمان ۔"[2]

اور یہ بات کسی کے لئے ممکن نہ تھی کہ وہ قرآن کریم میں کچھ (اپنی طرف سے) داخل کر تا تو لوگوں نے حدیث نبوی ﷺ میں کمی بیشی، تبدیلی اور احادیث گھڑنا شروع کیا۔ سو اللہ عزوجلّ نے ایسے علماء پیدا کئے جنہوں نے احادیث کو نقل کرنا شروع کیا، ان کی صحت کو واضح کیا اور من گھڑت روایات کی برائیاں ظاہر کیں۔ اللہ نے ایسے علماء سے کوئی زمانہ بھی خالی نہیں رکھا مگر آجکل ایسے لوگ کم ہو گئے ہیں۔

احادیث کی امہات کتب جن میں بخاری و مسلم اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانی جاتی ہیں، ان کے علاوہ کتب اربعہ، المؤطا امام مالک، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، المستدرک للحاکم، ابو یعلیٰ، ابو داؤد طیالسی، عبد الرزاق اور ابن شیبہ کی مسانید۔ وغیرہ علمی حلقوں میں ایک ممتاز مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔ مگر ان کے بعد کے طبقات کی روایت کردہ کتب میں پھر مختلف قسم کی وجوہ کی بناء پر ان کو پہلے صف کی کتب میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حدیث کی قریباً ہر کتاب میں غیر صحیح احادیث بھی روایت کی گئیں ہیں۔ موجودہ دور کے البانوی عالم شیخ ناصر الدین نے تو کتب اربعہ میں سے بعض کی ضعیف الاسناد احادیث کو یکجا کر کے مستقل کتب کی صورت میں تحریر کیں۔ جس طرح احادیث میں سے "صحیح" احادیث کی کئی اقسام ہیں ویسے ہی "ضعیف" احادیث کی بھی کئی اقسام ہیں۔

---

[1] میزان الاعتدال جلد اول صفحہ 38و39۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1995

[2] کتاب الموضوعات۔ جلد اول صفحہ 31۔ الناشر محمد عبد المحسن۔ صاحب المکتبۃ السلفیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔ 1966

امام حافظ ذہبی نے اس ذیل میں ایک نہائت قیمتی بات لکھی ہے، آپ فرماتے ہیں:۔

"ثم انّ الحديث الضعيف قد ورد عن النبى ﷺ لكن بسند ضعيف ، فالحديث يقوى نوره بصحة سنده و يضعف نوره بضعف سنده ۔"[3]

یعنی اگر کوئی حدیث ضعیف سند کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جائے تو اس کا مطلب کہ اس کی کمزور سند اس روایت کے نور کو بھی کم کر رہی ہو گی اور اگر روایت مضبوط سند پر کھڑی ہے تو وہ اس حدیث کی روشنی کو مضبوط کر رہی ہو گی۔

علماء میں یہ بحث محل نزاع رہی ہے کہ ضعیف الاسناد احادیث کو کس حد تک مانا جا سکتا ہے۔ بعض اس کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہیں، چنانچہ علامہ زاھد الکوثری اپنے مقالات میں 'كلمة حول الاحاديث الضعيفة کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں،

"والمنع من الاخذ بالضعيف على الاطلاق مذهب البخارى و مسلم و ابن العربى، كبير المالكية فى عصره و ابى شامة المقدسى كبير الشافعية فى زمنه وابن حزم الظاهرى ، والشوكانى و لهم بيان قوى فى المسئلة لا يهمل۔" [4]

ضعیف احادیث کو کسی صورت میں قبول نہ کرنا حضرت امام بخاری، مسلم اور ابن عربی کا مسلک ہے۔ امام مالک، ابو شامہ عبد الرحمن المقدسی، امام شافعی، امام ظاہری اور امام شوکانی کا بھی اس مسئلہ میں واضح مؤقف ہے۔

مگر بعض علماء کا خیال ہے کہ مناقب میں ضعیف حدیث قابل قبول ہے البتہ اعمال وعقائد میں نہیں۔ جیسا کہ امام زرکشی اپنی کتاب "النکت علی مقدمۃ ابن صلاح" میں لکھتے ہیں۔

"أن الضعيف لايحتج به في العقائد والأحكام، ويجوز روايته والعمل به في غير ذلك، كالقصص وفضائل الأعمال، والترغيب والترهيب، ونقل ذلك عن ابن مهدي وأحمد بن حنبل، وروى البيهقي في المدخل عن عبد الرحمن ابن مهدي أنه قال : " إذا روينا عن النبي صلى الله عليه و سلم في الحلال والحرام والأحكام شددنا في الأسانيد، وانتقدنا في الرجال، وإذا روينا في فضائل الأعمال والثواب والعقاب سهلنا في الأسانيد، وتسامحنا في الرجال."[5]

اس خیال کے حال علماء میں اس نظریہ کے حاملین میں سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابو زکریا عنبری، عبد الرحمٰن بن مہدی، حافظ ابن عبد البر، حافظ ابن الصلاح وغیرہ ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سی ضعیف احادیث مناقب میں قابل قبول ہوں گی؟

اس کا جواب ہم ایک حنفی عالم مولانا عبد الحیٔ لکھنوی سے لیتے ہیں۔

"موضوع روایت کے بر خلاف ضعیف حدیث اگر احکام سے متعلق نہ ہو تو اس میں تساہل کیا جاتا ہے اور شرائط کے ساتھ اس کو قبول کیا جاتا ہے۔۔۔ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جمہور کا مذہب ہے، لیکن مشروط ہے۔"[6]

اہل حدیث علماء تو حدیث ضعیف کو غیر مشروط طور پر قابل عمل نہیں سمجھتے۔ خواہ معاملہ مناقب کا ہو یا اس کے علاوہ۔ اہل سنت حنفی علماء اس پر مشروط طور پر عمل کے قائل ہیں وہ کیا شرائط ہیں، جن کے تحت ضعیف روایات مناقب کے باب میں قابل قبول ہوں گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء جو اس کے جواز کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ وہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو۔ موضوع نہ ہو۔ عام ثابت شدہ حقیقت یا واقعات ثابتہ کے خلاف نہ ہو۔ اس حدیث پر اعمال کا دارومدار نہ ہو۔ یہ حدیث (ضعیف) انسان کو مستحب کاموں کی

---

[3] میزان الاعتدال جلد اول صفحہ 32۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1995

[4] مقالات کوثری، صفحہ 59۔ ا؛ مکتبۃ التوفیقیۃ۔ القاھرۃ۔ مصر

[5] النکت علی مقدمۃ ابن صلاح۔ جلد دوم۔ صفحہ 308۔ اضواء السلف۔ الریاض۔ 1998

[6] الآثار المرفوعۃ۔ صفحہ 139 تا 142۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1984

طرف توجہ دلائے اور گناہ کا کوئی صدور اس کے عمل سے نہ ہو وغیرہ۔ مگر اس جگہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا شخص ہو گا جو یہ اختیار رکھتا ہو کہ وہ قابل عمل ضعیف حدیث کو ناقابل عمل ضعیف حدیث سے الگ کر کہ قول فیصل جاری کرے۔

مندرجہ بالا بحث اس لئے ضروری تھی کہ علامہ خادم حسین رضوی کے متبعین یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ مولانا کی بیان کردہ روایات از قبیل مناقب ہیں تو یہ بیان کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ ان روایات کے بیان سے بہت گہرا منفی اثر پڑتا جس کی تفصیل آئندہ دی جائے گی۔

دلائل النبوۃ لابی نعیم، الخصائص الکبریٰ، الشفا اور کتاب المغازی اور اسی طرح کی بعض اور کتب سیرت

علامہ کی بیان کردہ واقعات سیرت اکثر ابو نعیم کی دلائل النبوۃ اور حلیۃ الاولیاء، امام سیوطی کی الخصائص، واقدی کی المغازی، قاضی عیاض کی الشفا اور تاریخ طبری وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان روایات پر علماء کا عمومی مسلک بیان کیا جائے جس سے یہ واضح ہو کہ اہل سنت کے کبار علماء ہر قسم کی ضعیف، موضوع اور منکر حدیث کو قابل استناد و استشہاد نہیں سمجھتے تھے۔

دلائل النبوۃ اور حافظ ابو نعیم اصبہانی (المتوفیٰ 923ھ) کی بیان کردہ روایات

- ابو نعیم (صاحب کتاب دلائل النبوۃ) کی جلالت علمی تو سب کے سامنے آشکار ہے تاہم محدثین نے ان کی بعض باتوں کو سنجیدگی سے لیا ہے۔ حافظ ذہبی جو علم اسماء الرجال کے بہت بڑے عالم ہیں ان کے بارہ میں اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں، کہ ابو نعیم کی کئی ایک مشہور کتب ہیں جن میں معرفۃ الصحابہ، دلائل النبوۃ المستخرج علی البخاری وغیرہ ہیں مگر ان میں سے بعض میں آپ نے کئی ضعیف، مردود اور موضوع روایات بھی شامل کر دیں اور ان پر قلم نہیں اٹھایا۔[7]
- ایسا ہی ترغیب و ترہیب کے باب میں مذکور احادیث کے حوالہ سے امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

"مقصود یہ بتانا ہے کہ اس باب میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں وہ ان احادیث میں سے ہیں جو غریب اور منکر بلکہ موضوع ہیں۔ ان کو ایسے لوگوں نے جمع کیا ہے کو فضائل و مناقب میں کھری کھوٹی سب روایات درج کر دیتے ہیں۔۔۔ ابن السنی اور ابو نعیم جیسے محدثین نے جو شب و روز کے اعمال و افعال کے بارہ میں روایت نقل کرتے ہیں ان روایات کو نقل کیا ہے۔ اس طرح کی کتب حدیث میں اکثر موضوع روایات پائی جاتی ہیں۔[8]

- امام ذہبی ابو نعیم اصبہانی کی بیان کردہ روایات کے حوالہ سے ابن مندہ اور ابو نعیم کے باہمی تنازعہ کی ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

"لا قبل قول منهما فى الآخر ، و هما عندى مقبولان لا اعلم زنباً اكبر من روايتهما الموضوعات ساكتين عكيها۔"[9]

میں ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے خلاف کسی بیان کو نہیں لیتا۔ میرے نزدیک دونوں مقبول علماء ہیں۔ مجھے ان دونوں کا گناہ اس سے بڑھ کر اور کوئی معلوم نہیں کہ وہ موضوع روایات کرتے ہیں اور ان کے بارہ میں خاموشی اختیار کرتے ہیں!

ان علماء محدثین کی مناکیر و موضوعات پر خاموشی کی ایک وجہ امام ابن تیمیہ نے بیان کی ہے۔ وہ اس خاموشی کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، فرماتے ہیں،

"ابو الشیخ اصبہانی نے فضائل اعمال کے متعلق بہت سی احادیث بیان کی ہیں ان میں بہت سی احادیث قوی، صحیح اور حسن ہیں اور کثیر تعداد میں ضعیف، موضوع اور بے بنیاد روایات پر مشتمل ہے۔۔۔ ان کی طرح دوسرے علمائے حدیث رحمھم اللہ کی روایت کردہ احادیث روایت کر دی ہیں۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں اپنی عادت کے مطابق ہر طرح کی احادیث روایت کر دی ہیں تا کہ اہل علم جان لیں کہ اس باب میں جو بھی روایات درج ہوئی ہیں سب کی سب قابل حجت نہیں۔"[10]

---

[7] تذکرۃ الحفاظ، جلد سوم۔ صفحہ 1097۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔

[8] کتاب الوسیلۃ (مترجم) از ابن تیمیہ۔ صفحہ 212، 213۔ شائع کردہ اسلامی اکیڈمی، فضل مارکیٹ، اردو بازار۔ لاہور۔

[9] میزان الاعتدال جلد اول صفحہ 38۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1995

مگر اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ دلائل النبوۃ میں مناقب کی ذیل میں ابونعیم وغیرہ کی بیان کردہ روایات اکثر ضعیف، مناکیر و موضوع روایات ہی ہیں۔

مولانا عبد الکلام آزاد اسی قضیہ میں بیان کرتے ہیں۔

"حافظ ذہبی کے نزدیک یہ غفلت (موضوعات و مناکیر روایت کرنا) ان (ابونعیم اصبہانی وغیرہ) کی مقبولیت میں خلل انداز نہیں لیکن افسوس کہ اسی خطرناک مقبولیت نے ان موضوعات و حکایات کو قوم میں پھیلا دیا، جن کی وجہ سے آج اسلام کو شرمندہ اغیار اور ہدف طعنہ مخالفین واجانب بننا پڑتا ہے۔"[11]

الخصائص الکبریٰ اور امام سیوطی (المتوفیٰ 911ھ) کی بیان کردہ روایات

اس میں کچھ شک نہیں کہ امام سیوطی نے اپنی اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ کتاب موضوعات سے پاک ہے، ایسی ہی بات آپ نے اپنی کتاب جامع الصغیر کے حوالہ سے بھی کی تھی۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان دو کتب میں ضعیف روایات، مناکیر اور موضوعات شامل نہیں؟

- منکر اور باطل روایات کے حوالہ سے آپ اپنی اسی کتاب میں (دو روایات درج کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کرتے ہوئے) لکھتے ہیں،

"ھٰذا الاثر والثران قبله فیها نکارة شدیدة و لن اورد فی کتابی ھٰذا اشد نکارة منها، و لن تکن نفسی لتطیب بایرادما لکنی تبعت الحافظ ابا نعیم فی ذٰلک۔"[12]

اس اثر میں اور اس سے ماقبل دو آثار میں شدید نکارت پائی جاتی ہے۔ میری اس کتاب میں اس سے زیادہ منکر روایت کوئی نہیں۔ اگر میں نے بادل نخواستہ ان کو تحریر کیا تو صرف ابونعیم کی اتباع کی۔!

- ابو الحسن محمد بن علی الکنانی (المتوفیٰ 963ھ) اس کتاب میں درج روایات کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"وفي الخصائص الكبرى أحاديث واهية وموضوعة نبه على بعضها في ذيل اللآلى فالسيوطى أخل بشرطه في الخصائص الكبرى جزما۔"[13]

اور خصائص کبریٰ میں واہی اور موضوع روایات ہیں جن میں سے بعض "ذيل اللآلئ المصنوعة" میں مذکور ہیں۔ سیوطی رحمہ اللہ نے واضح طور پر خصائص کبریٰ میں اپنی شرط (کہ اس کتاب میں موضوع روایات نہیں ہوں گی) کی خلاف ورزی کی ہے۔

المغازی اور علامہ واقدی کی بیان کردہ روایات

- علامہ شمس الدین ذہبی محمد بن عمر الواقدی کے بارہ میں تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ علماء میں اتفاق ہے کہ ان کی مرویات کو ترک کر دیا جائے۔[14]
- علامہ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان سے متعلق کبار محدثین کی آراء کو جمع کیا ہے، فرماتے ہیں،

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ واقدی کذاب ہے۔ احادیث کی تقلیب کیا کرتا تھا۔ مرّۃ کہتے ہیں کہ ان میں حدیث کی کتابت کے حوالہ سے کمزوری تھی۔ امام بخاری اور ابو حاتم کے نزدیک یہ متروک ہیں۔ نسائی کہتے ہیں کہ یہ احادیث گھڑا کرتے تھے۔ دار قطنی کے نزدیک بھی یہ ضعیف راوی ہیں۔ ابن جوزی ان پر تدلیس کا الزام لگاتے ہیں۔"[15]

---

[10] کتاب الوسیلۃ (مترجم) از ابن تیمیہ۔ صفحہ 226۔ شائع کردہ اسلامی اکیڈمی، فضل مارکیٹ، اردو بازار۔ لاہور۔
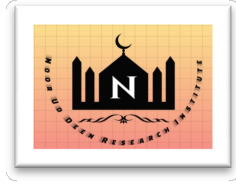
[11] ولادت نبوی ﷺ از مولانا ابوالکلام آزاد۔ صفحہ 91، 92۔ مکتبہ جمال۔ حسن مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور۔ 2012

[12] الخصائص الکبریٰ۔ جلد 1 صفحہ 83۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔

[13] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ۔ جلد 1 صفحہ 326۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1981

[14] تذکرۃ الحفاظ، جلد اوّل۔ صفحہ 348۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔

[15] میزان الاعتدال جلد ششم صفحہ 273۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1995

الشفا اور اس میں قاضی عیاض مالکی (المتوفیٰ 544ھ) کی بیان کردہ روایات

- حافظ ذہبی کے نزدیک قاضی عیاض کی اس کتاب پر دو قسم کے اعتراضات ہیں، ایک یہ کہ موضوع اور بے بنیاد باتوں کو حدیث بنا کر پیش کیا گیا اور تاویلات بعیدہ سے کام لیا گیا۔[16]
- علامہ محمد بن جعفر الکتانی اپنی کتاب "الرسالۃ المستطرفۃ" میں اس کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں،

" و کتاب الشفا بالتعریف بحقوق المصطفیٰ لابی الفضل (عیاض) بن موسیٰ۔۔۔فیه احادیث ضعیفة و اخریٰ قیل فیها انها موضوعة۔"[17]

اور ابو الفضل عیاض بن موسیٰ کی کتاب الشفا بالتعریف بحقوق المصطفیٰ، اس میں ضعیف احادیث ہیں اور باقی روایات کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ موضوع روایات ہیں۔

- علامہ مقری تلمسانی اس کتاب کی روایات کے بارہ میں لکھتے ہیں،

"حتیٰ ان فی شفاء عیاض احادیث لم یعرفها کثیر من المحدثین۔"[18]

یہاں تک کہ قاضی عیاض کی کتاب شفا میں کئی ایک ایسی احادیث ہیں جن کو کثیر تعداد محدثین کی جانتی تک نہیں۔

ان کتب کی روایات پر محدثین کے اقوال بیان کرنے کے بعد ہم پھر ضعیف حدیث کے حوالہ سے اپنی بحث جاری رکھتے ہیں۔ موضوع روایت کی مقبولیت اتنی ہوئی کہ بعض علماء نے یہاں تک مؤقف اپنا کہ اگر کسی حدیث کا منطوق درست ہو تو اس کے الفاظ کو موضوع مان کر اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ موضوع الفاظ ہیں نہ کہ نفس مضمون۔

بہر حال بعض علماء نے ضعیف حدیث کو موضوع حدیث قرار دیا ہے بشرطیکہ اس کے رواۃ میں کوئی کذاب راوی ہو۔ جن واقعات یا روایات کا سہارا مولانا خادم حسین رضوی صاحب اپنی تقاریر و خطابات میں لیتے رہے ان میں سے بعض موضوع ہیں، بعض منکر اور اکثر ضعیف۔ بعض ایسی ضعیف کہ وہ موضوع کے حکم میں بوجہ کذاب رواۃ داخل ہیں۔ اس حوالہ سے کہ ضعیف روایت موضوع بن جاتی ہے، محدثین لکھتے ہیں،

- امیر المؤمنین فی الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 852ھ) فرماتے ہیں:

"فالقسمُ الأوَّلُ، وهُو الطَّعْنُ بكَذِبِ الرَّاوي في الحَديثِ النبويِّ هو المَوضوعُ"[19]

پس قسم اول وہ طعن ہے جو حدیث نبوی ﷺ میں راوی کے جھوٹ بولنے کے بارے میں ہے ایسے طعن والے راوی کی روایت موضوع ہے۔

- امام تقی الدین محمد آفندی برکوئی حنفی (المتوفیٰ 981ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أما كذب الراوي: فهو أن يكون ثابت الكذب عمدا في الحديث النبوي فإذا ثبت كذبه في حديث من الأحاديث فهو مطعون بالكذب، وحديث الراوي المطعون بالكذب سواء كان كذبه فيه أو في حديث آخر يسمى موضوعا ومختلقا ..... وليس في الحديث الموضوع شرط: أن يكون الكذب والوضع فيه بعينه، والراوي المتعمد بالكذب في الحديث النبوي، وإن وقع الكذب منه في مدة عمره مرة واحدة في واحد لم يقبل حديثه وإن تاب وأحسن حاله"[20]

---

[16] اسلام آباد اسلامکس۔ قاضی عیاض اور ان کی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ "کا تعارف اور اعتراضات کا جائزہ از محمد سفیان عطاء اور ڈاکٹر محمد سجاد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد صفحہ 53

[17] الرسالۃ المستطرفۃ۔ صفحہ 106۔ دار البشائر الاسلامیۃ۔ الطبعۃ الخامسۃ۔ 1993

[18] اسلام آباد اسلامکس۔ قاضی عیاض اور ان کی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ "کا تعارف اور اعتراضات کا جائزہ از محمد سفیان عطاء اور ڈاکٹر محمد سجاد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد صفحہ 55

[19] شرح النخبۃ نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، صفحہ 85۔ مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ پاکستان

[20] مجموعۃ رسائل فی علوم الحدیث، مقدمۃ فی اصول الحدیث۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت لبنان۔ 1971

جہاں تک راوی کے جھوٹ کا تعلق ہے تو وہ یہ کہ اسکا حدیث نبوی ﷺ میں قصداً جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے۔ اگر اس کی بیان کردہ احادیث میں سے کسی ایک حدیث میں بھی اس کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے تو وہ راوی کذاب قرار دیا جائے گا. اور کذاب راوی کی حدیث کو موضوع بناوٹی قرار دیا جائے گا خواہ اس کا جھوٹ بولنا جس حدیث میں ثابت ہے وہ روایت ہو یا کوئی دوسری روایت ہو۔ ور موضوع حدیث کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ موضوع اسی روایت کو کہا جائے گا جس میں راوی کا بعینہ جھوٹ بولنا یا روایت کو گھڑنا ثابت ہو جائے وہ راوی جو جان بوجھ کر حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولے. اگر اس نے زندگی میں ایک بار بھی حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولا تو اس کی کوئی بھی حدیث قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ توبہ کر لے اور اس کی حالت سنور جائے۔

اس اصول کے لحاظ سے بھی جن روایات کا سہارا علامہ نے لیا ان میں سے جن جن روایتوں میں رواۃ کذب بیانی کی وجہ سے مطعون ہوئے وہ سب مخدوش روایات از قبیل وضع تصور ہوں گی!

اور اگر اس کسوٹی کو لیا جائے جو ابن جوزی نے موضوع روایت کی ذیل میں بیان کی تو شائد بیان کردہ اکثر روایات کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ بچے۔

- ابن جوزی فرماتے ہیں،

"إذا رأيت الحديث يباين المعقول أو يخالف المنقول أو يناقض الأصول فاعلم أنه موضوع"[21]

جب تم کسی حدیث کو دیکھو کہ وہ معقول سے ٹکراتی ہو یا منقول کے خلاف ہو یا اصول سے متناقض ہے تو جان لو کہ وہ موضوع (من گھڑت) ہے۔

اس طرح کی روایات کو بیان کرنے کے کیا مقاصد ہو سکتے ہیں۔ اس بارہ میں بھی علماء و محدثین نے اپنی قیمتی آراء کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس بارہ میں لکھتے ہیں۔

"كتب قصد مصنفوها بعد قرون متطاولة جمع ما لم يوجد فی الطبقتين الاوليتين، و كانت فی المجاميع والمسانيد المختفية فنوّهوا بامرها،و كانت علیٰ السنة من لم يكتب حديثه المحدّثون، ككثير من الوعّاظ المتشدّقين۔و اهل الاهواء والضعفاء ، او كانت من آثار الصحابة والتابعين، او من اخبار بنی اسرائيل، او من كلام الحكماء والوعّظ، خلطها الرواة بحديث النبی ﷺ سهواً او عمداً ۔"[22]

یعنی (مفہوماً) ان کتب کے مصنفین نے ان روایات کو جمع کیا جو پہلے دو طبقاب کی کتب میں نہیں آئیں۔ جو غیر معروف ذخائر حدیث میں تھیں مگر یہ راویات عام طور پر قصہ گو واعظین، کمزور علم والے اور اہل ھواء وہوس لوگوں کی زبان زدعام تھیں جو ان سے محض رونق محفل کا کام لیتے تھے، یا یہ صحابہ اور تابعین کرام کے اقوال تھے یا اسرائیلی قصص وحکایات یا حکماء اور قصہ گو علماء کا کلام تھا جس کو رواۃ نے خلط ملط کر کے سہواً یا عمداً حدیث کے طور پر پیش کر دیا۔

ذیل میں علامہ خادم حسین رضوی مرحوم کی کتاب "واقعات سیرت النبی ﷺ" جو کہ مولوی خادم حسین رضوی صاحب کے خطبات، خطابات اور تقاریر سے ماخوذ اقتباسات پر مشتمل ہے۔ ان خطابات و خطبات سے وہ وقتاً فوقتاً عوام الناس کا لہو گرماتے رہے۔ ان خطبات و خطابات میں آپ نے کئی ایک روایات و احادیث کا حوالہ دیا۔ آپ ناموس رسالت ﷺ کے محافظ کے طور پر مشہور ہیں۔ ناموس رسالت ﷺ کی اہمیت کو باور کروانے کے لئے آپ نے مختلف واقعات سیرت بھی بیان کئے۔ اس مضمون میں ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا اور ان کے پیش کردہ واقعات کے استناد اور ان کی استشہادی حیثیت پر علمی محاکمہ پیش کیا جائے گا۔

---

[21] تدریب الراوی۔ الجزء الاول صفحہ 469۔ مطبوعہ دار العاصمۃ۔ جهود علماء المسلمين في تمييز صحيح السيرة النبوية من ضعيفه از عبدالکریم عکیوی۔ صفحہ 38

[22] حجۃ اللہ البالغہ جلد 1، صفحہ 233۔ دار الجیل۔ بیروت۔ 2005

پہلی روایت:

اس کتاب کے ایک عنوان "حضور ﷺ تشریف لائے تو کیا ہوا؟" کے تحت آپ بیان کرتے ہیں۔

"جانور مشرق کے مغرب کی طرف بھاگ پڑے، مغرب کے مشرق کی طرف بھاگ پڑے، ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے کہ حضور ﷺ آ گئے ہیں۔"[23]

اسی بات کو ایک اور خطاب میں بیان کرتے ہیں،

"حضور ﷺ آ گئے۔ جانور نکل آئے، بھیڑیئے نکل آئے، شیر نکل آئے، بچھو نکل آئے، سانپ نکل آئے۔ اونٹ نکل آئے، بیل نکل آئے، گائیں نکل آئیں، ہرنیاں نکل کے آ گئیں، حضور ﷺ آ گئے۔ مشرق کے جانور مغرب کی طرف، مغرب کے ناجور مشرق کی طرف دوڑے۔ کہنے لگے کہ حضور ﷺ آ گئے ہیں۔"[24]

جب اس روایت کو اسلامی لٹریچر میں تلاش کیا جائے تو حضرت علامہ قسطلانی (851ھ تا 923ھ) اپنی تصنیف مواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ میں ذکر کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خرج أبو نعيم عن ابن عباس- ﷺ- قال: كان من دلالة حمل آمنة برسول الله- ﷺ- أن كل دابة كانت لقريش نطقت تلك الليلة، وقالت:حمل برسول الله- ﷺ- ورب الكعبة، وهو إمام الدنيا وسراج أهلها، لم يبق سرير لملك من ملوك الدنيا إلا أصبح منكوسا، وفرت وحوش المشرق إلى وحوش المغرب بالبشارات، وكذلك أهل البحار يبشر بعضهم بعضا، وله في كل شهر من كل شهور حمله نداء في الأرض ونداء في السماء: أن أبشروا فقد آن أن يظهر أبو القاسم- ﷺ- ميمونا مباركا..

الحديث. وهو شديد الضعف.وعن غيره: لم يبق في تلك الليلة دار إلا أشرقت ولا مكان إلا دخله النور، ولا دابة إلا نطقت."[25]

مواہب اللدنیۃ کا اردو ترجمہ ایک بریلوی عالم مولوی محمد صدیق ہزاروی صاحب سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور نے کیا۔ آپ اس روایت کا ترجمہ کچھ ایسے لکھتے ہیں:۔

" اس روایت کا ترجمہ ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی روایت نقل کی ہے۔، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنھا کے حاملہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس رات قریش کے تمام جانور بول پڑے کہ رب کعبہ کی قسم! حضرت آمنہ کے شکم اطہر میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرماہیں اور آپ دنیاوالوں کے امام اور چراغ ہیں تمام دنیوی بادشاہوں کے تخت اوندھے پڑ گئے اور مشرق کے جنگلی جانور خوشخبری دینے کے لئے مغرب کے جنگلی درندوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اسی طرح سمندری مخلوق بھی ایک دوسرے کو خوشخبری دینے لگی اور حمل کے تمام مہینوں میں انہیں ایک آواز زمین سے اور ایک ندا آسمان سے آنے لگی کہ تمہیں خوشخبری ہو، وہ وقت آ چکا ہے کہ ابو القاسم ﷺ برکتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔ دوسروں سے منقول ہے کہ اس دن کوئی مکان نہ تھا جو روشن نہ ہوا اور اس دن ہر جگہ نور ہی نور تھا اور جانور بولنے لگے تھے۔"[26]

- کتاب مواہب اللدنیۃ میں علامہ قسطلانی اس روایت کو شدید ضعیف قرار دیتے ہیں۔
- اس روایت پر معروف مؤرخ اور مشہور عالم علامہ شبلی نعمانی کا تبصرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا، لکھتے ہیں:۔

---

[23] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 10۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[24] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 40۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[25] مواہب اللدنیۃ، جلد اول صفحہ 121، 122۔ مطبوعہ المکتب الاسلامی۔ 2004

[26] مواہب اللدنیۃ (اردو ترجمہ)، جلد اول صفحہ 75، 74۔ ناشر فرید بک سٹال۔ اردو بازار۔ لاہور

"میں نے دل پر جبر کر کے یہ پوری حکایت نقل کی ہے۔ یہ اس لئے کہ میلاد کے عام جلسوں کی رونق انہی روایتوں سے ہے۔۔۔ اگر کسی کو اسماء الرجال سے آگاہی نہ بھی ہو اور وہ صرف ادب عربی کا صحیح ذوق رکھتا ہو تو وہ فقط روایت کے الفاظ اور عبارت کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر دے گا کہ یہ تیسری چوتھی صدی کی بنائی ہوئی ہے۔"[27]

دوسری روایت:

حافظ خادم حسین رضوی اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں:۔

"ایک ہزار سال سے ایران میں آگ جل رہی تھی جس کو لوگ پوجتے تھے۔۔ جس رات حضور ﷺ آئے، صبح ٹھنڈی ہو گئی۔ پجاری گئے انہوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے رات کو تیل نہیں ڈالا تھا؟ سرکاری سطح پر آگ جل رہی ہے۔ آگ کے پاس جب پجاری گئے تو کہا کیوں بجھی ہے؟ اس نے کہا تمہیں پتہ نہیں رات کو حضور ﷺ تشریف لائے ہیں۔۔۔ حضور ﷺ کی آمد پر نہر فرات اس طرح چل رہی تھی جس کے کنارے یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کے معبد بنے ہوئے تھے۔ ایک رب کی نافرمانی بھی کرتے اور ٹھنڈا پانی بھی پیتے۔ جب حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو نہر فرات دوسرے رخ چل پڑی، وہ پجاری صبح اٹھے، کہا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا تمہیں پتہ نہیں حضور آ گئے ہیں۔ اسی روایت کو ایک بار پھر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، "حدیث پاک میں موجود ہے نہر فرات اس طرف چل رہی تھی، جس صبح حضور ﷺ آئے نہر فرات دوسرے رخ ہو گئی۔"[28]

- یہ روایت علامہ نے دلائل النبوۃ سے لی ہے۔ دلائل النبوۃ کی اس روایت کے بارہ میں اسی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ ایک مرسل روایت ہے۔[29]
- ابن اثیر اپنی کتاب اسد الغابہ میں اس روایت کے راوی ھانی مخزومی کے بارہ میں لکھتے ہیں،

"ابن سکن کے نزدیک کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت کو بھی پایا۔ اس حدیث (زیر بحث) سے ان کی صحابیت کا پتہ نہیں چلتا۔[30]

- امام ابن حجر عسقلانی نے بھی ابن اثیر کی بات ہی الاصابہ میں نقل کی۔[31]
- امام ابن حجر عسقلانی نے مواہب اللدنیۃ میں اس حدیث کے حوالے سے لکھا،

"آپ ﷺ کی ولادت کے عجیب واقعات میں سے حسب روایت ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گرنا، بحری طبریہ کا جوش مارنا، نار فارس کا بجھنا جو پچھلے ہزار سال سے نہیں بجھی۔ ان روایات کو بیہقی، خرائطی نے الھواتف میں اور ابن عساکر نے درج کیا ہے۔ (حاشیہ) شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ کہتے ہیں، یہ حدیث درست نہیں، نہ ہی اس کو بیان کرنا چاہیئے۔"[32]

- اس روایت کے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

"یہ قصہ بیہقی، خرائطی ابن عساکر ور ابو نعیم میں سند اور سلسلہ روایت کے ساتھ مذکور ہے۔ ان سب کا مرکزی راوی مخزوم بن ھانی ہے جو اپنے باپ ہانی مخزومی (قریش سے) جس کی ڈیڑھ سو برس عمر تھی بیان کرتا تھا۔ ہانی نام کا کوئی صحابی جو مخزومی قریشی ہو اور جو ڈیڑھ سو برس کی عمر رکھتا ہو معلوم نہیں۔ اصابہ وغیرہ میں اسی روایت کے سلسلہ میں ان

---

[27] سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی۔ جلد دوم۔ حصہ سوم۔ صفحہ 419۔ ادارہ اسلامیات پبلیکیشنز۔ 2002

[28] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 11و14و 40۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[29] دلائل النبوۃ۔ الجزء الاول۔ صفحہ 139 حاشیہ۔ دار النفائس۔ الطبعۃ الثانیۃ۔ بیروت

[30] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ۔ جلد 5، صفحہ 358و359 ترجمہ نمبر 5338۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان

[31] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ صفحہ 1535، ترجمہ نمبر 8985۔ المکتبۃ العصریۃ۔ بیروت۔ 2012

[32] مواھب اللدنیۃ، جلد اول صفحہ 131 وحاشیہ۔ مطبوعہ المکتب الاسلامی۔ 2004

کا نام مشکوک طریقہ سے آیا ہے۔ ان کے صاحبزادہ مخزوم بن ہانی سے محدثین میں بھی کوئی شناسا نہیں۔ نیچے کے راویوں میں بھی یہی حال ہے۔ یہاں تک کہ ابن عساکر جیسے ضعیف روایتوں کے سرپرست بھی اس روایت کو غریب کہنے کی جرات کرتے ہیں اور ابن حجر جیسے کمزور روایتوں کے سہارا اور پشت پناہ بھی اس کو مرسل ماننے کو تیار ہیں۔ ابو نعیم کی روایت میں محمد بن جعفر بن اعین مشہور وضاع ہے۔"[33]

تیسری روایت:

ایک اور جگہ آپ ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بھیڑیا کہنے لگا: اَفلا ادلّک عَلیٰ مَا ھُوَ اَعجبَ مِنْ کَلامِی۔ بھیڑیا باتیں کرتا ہے یا نہیں اس بات کو چھوڑ، میں تجھے بڑی بات نہ بتاؤں۔ اس نے کہا بتا، کیا بات ہے۔ اس نے کہا: رسولُ اللهِ ﷺ فی النَّخْلَتَینِ بَینَ الحَرّتینِ یُخبرُکم بِما مَضیٰ و بما ھو کائن۔ کہتا ہے یہاں جنگل میں کیا کرتا ہے جا دو پہاڑوں کے درمیان کھجوروں کے شہر میں، اللہ نے وہاں نبی بھیجا ہے جو کچھ ہو چکا ہے اس کی خبریں بھی دے رہا ہے جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کی خبریں بھی دے رہا ہے۔۔۔" پتہ ہے وہ چرواہا کیا کہنے لگا؟ کہنے لگا جاتا تو ہوں لیکن میری بکریوں کی حفاظت کون کرے گا؟ اس نے کہا یہ ڈیوٹی آج میں نے دینی ہے۔۔۔ وہ چلا گیا۔ میں یہ بات کرنے لگا ہوں حضور ﷺ بھی چاہتے ہیں کہ مجھے میں میری تعریف ہو۔ اس نے جا کر امام الانبیاء سے ملاقات کی، سارا واقعہ بتایا اس طرح میں بکریاں چرا رہا تھا اس طرح ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ بات تو نے میرے ساتھ تن تنہا کی ہے اب میں اپنے سب غلاموں کو بلاتا ہوں۔ تو مجمعے میں سنا کہ بھیڑیے نے تیرے ساتھ کیا بات کی ہے۔۔۔"[34]

اسی روایت کو صفحہ 49 پر تفصیلاً بیان کرتے ہیں، اس روایت کی ایک سند کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں؛۔

حدثنا محمد بنُ اسمٰعیلَ ، حدثنا مسلمُ بن ابراهیمَ حدثنا ا؛قاسمُ بنُ الفضْلِ الحُدّانیُّ، عن نضْرةَ عن ابی سعیدٍ قالَ: عَدَا الذِّئْبُ عَلَى شَاةٍ فَأَخَذَهَا فَطَلَبَهُ الرَّاعِي فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ فَأَقْعَى الذِّئْبُ عَلَى ذَنَبِهِ قَالَ: أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ تَنْزِعُ مِنِّي رِزْقًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيَّ ؟ فَقَالَ: يَا عَجَبِي ذِئْبٌ مُقْعٍ عَلَى ذَنَبِهِ يُكَلِّمُنِي كَلَامَ الْإِنْسِ فَقَالَ الذِّئْبُ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَعْجَبَ مِنْ ذَلِكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَثْرِبَ يُخْبِرُ النَّاسَ بِأَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ قَالَ: فَأَقْبَلَ الرَّاعِي يَسُوقُ غَنَمَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَزَوَاهَا إِلَى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا ثُمَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُودِيَ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ لِلرَّاعِي أَخْبِرْهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُكَلِّمَ السِّبَاعُ الْإِنْسَ وَيُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهِ وَشِرَاكُ نَعْلِهِ وَيُخْبِرَهُ فَخِذُهُ بِمَا أَحْدَثَ أَهْلُهُ بَعْدَهُ"

امام حافظ عقیلی اس روایت کو اپنی معروف کتاب "کتاب الضعفاء" میں اس کے راوی قاسم بن الفضل حدانی کی ذیل میں لائے ہیں۔[35]

اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں:۔

"محمد بن احمد المطرز کہتے ہیں کہ نصر بن علی نے ہمیں بتایا کہ مسلم نے ہمیں کہا۔ کہ ایک دن میں قاسم بن فضل الحدانی کے پاس بیٹھا تھا تو شعبہ ان کے پاس آئے اور آپ سے ابو نضرۃ کی اس حدیث سے متعلق استفسار کیا جو بھیڑیئے سے متعلق تھی اور ابو سعید سے مروی تھی۔ مسلم کہتے ہیں کہ شعبہ نے قاسم سے پوچھا کہ شائد آپ نے اس حدیث کا سماع

---

[33] سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی۔ جلد دوم۔ حصہ سوم۔ صفحہ 416۔ ادارہ اسلامیات پبلیکیشنز۔ 2002

[34] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 11 و 14۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[35] کتاب الضعفاء جلد 5 صفحہ 132، 133۔ فی ذکر القاسم بن الفضل الحدانی الطبعۃ الاولیٰ، مطبوعہ دار ابن عباس۔ مصر

شہر بن حوشب سے کیا ہو گا۔ قاسم نے جواباً کہا نہیں یہ ہم نے ابو نضرۃ سے ابو سعید کی روایت کردہ حدیث کے طور پر سنی۔ ان دونوں کے درمیان یہ مکالمہ جاری رہا یہاں تک کہ شعبہ خاموش ہو گئے۔ یہ بھیڑیئے والا قصہ اس کے علاوہ بھی ایک سند سے مروی ہے اور اس سند میں بھی کمزوری اور ضعف ہے۔"[36]

مندرجہ بالا بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

- اس روایت میں ضعف پایا جاتا ہے۔ جس کو امام عقیلی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔
- شعبہ کو بھی اس سلسلہ میں کچھ تحفظ ہے کہ قاسم نے ابو نضرہ سے حدیث کا سماع نہیں کیا اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ،"لعلّک سمعتَه منْ شَهْرِ بنِ حَوشبٍ"یعنی شائد آپ نے اس حدیث کا سماع شہر بن حوشب سے کیا ہو گا۔"
- قاسم بن الفضل اور ابو نضرۃ کی مرویات سے متعلق احمد بن علی بن منجویہ الاصبهانی(347ھ تا428ھ) اپنی کتاب "رجال صحیح مسلم" میں لکھتے ہیں:۔

"آپ(قاسم) کا ابو نضرہ سے صرف زکوٰۃ سے متعلق حدیث کا سماع ثابت ہے۔"[37]

اس روایت کی دوسری سند کچھ ایسے ہے،

قال الامام احمد ، حدثنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن اشعث بن عبدالملک عب شهر بن حوشب عن ابی هريرة۔

اس روایت میں ایک راوی شهر بن حوشب ہیں جن کے بارہ میں تهذیب التہذیب میں ہے۔

"نضر کہتے ہیں کہ اس روای کو مطعون کیا گیا ہے۔ یحیٰ بن ابی بکیر اپنے والد کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ شہر بن حوشب بیت المال کے مہتمم تھے اور انہوں نے اس سے دراہم سے بھرا تھیلا لے لیا تھا۔۔۔۔ ان کی ان روایات کو قبول نہ کیا جائے جس میں یہ منفرد ہوں۔"[38]

امام عقیلی العلل و معرفۃ الرجال کے حوالہ سے لکھتے ہیں،

"ان کو مطعون کیا جاتا ہے اور ان کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔"[39]

امام ذھبی سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کا قول لکھتے ہیں کہ

"یہ ضعیف الحدیث تھے۔ اور ابن عدی کے نزدیک ان کی حدیث سے دینی معاملات میں دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔"[40]

چوتھی روایت:

اس کتاب کے صفحہ 59 پر ایک اور حدیث کے حوالہ سے ایک تقریر بعنوان "نبی ﷺ سے وعدے کا پاس جانور بھی کرتے ہیں۔" درج ہے۔ اس روایت کے الفاظ کچھ ایسے نقل کئے گئے ہیں:۔

" عن أم سلمة ﷺ كان رسول الله -ﷺ- في الصحراء فاذا منادٍ يناديه ـ يا رسول الله -ﷺ- فالتفت و لم ير احداً ثمّ التفت فاذا فإذا ظبية موثقة، فقالت ادنُ منّي يا رسول الله -ﷺ- فدنا منها ـ فقال" :ما حاجتك؟ قالت، انّ لي خشفين في ذلك الجبل فخلّني أذهب فأرضعهما ثمّ أرجع اليک۔

[36] کتاب الضعفاء جلد 5 صفحہ 133۔ فی ذکر القاسم بن الفضل الحدانی الطبعۃ الاولیٰ، مطبوعہ دار ابن عباس۔ مصر

[37] رجال صحیح مسلم، جلد دوم صفحہ 140۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ 1987۔ مطبوعہ دار المعرفۃ۔ بیروت۔

[38] تهذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 370 و 371۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن

[39] کتاب الضعفاء جلد 3 صفحہ 75۔ فی ذکر شہر بن حوشب۔ الطبعۃ الاولیٰ، مطبوعہ دار ابن عباس۔ مصر

[40] سیر اعلام البنلاء۔ الطبقۃ الثانیۃ زیر شہر بن حوشب جلد 4 صفحہ 374

قال" :وتفعلين؟ " قالت: عذبني الله عذاب العشار إن لم أفعلْ- فأطلقها فذهبت فارضعتْ خشفيها ثمّ رجعت, فأوثق وانتبه الأعرابي فقال : ألك حاجة يا رسول الله ؟ قال:نعم" " تطلق هذه ، فاطلقها فخرجت تعدو و هي تقول :أشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله-"

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ صحراء میں تھے۔ ایک آواز دینے والے نے آواز دی۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے دھیان دیا مگر کوئی چیز نہ دیکھی پھر دوبارہ متوجہ ہوئے تو ایک ہرنی پر نظر پڑی جو بندھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا، یارسول اللہ ﷺ میرے قریب تشریف لائیے۔ آپ اس کے قریب تشریف لے گئے۔ فرمایا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ آپ مجھے کھول دیں تاکہ میں انہیں جا کر دودھ پلاؤں اور پھر آپ کے پاس واپس آ جاؤں۔ فرمایا۔ ایسا ہی کرو گی؟ اس نے کہا اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ مجھے بد معاشی کا ٹیکس لینے والے جیسا عذاب دے۔ آپ ﷺ نے اسے کھول دیا۔ وہ چلی گئی اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور واپس آ گئی۔۔ نبی کریم ﷺ نے اسے باندھ دیا اتنے میں دیہاتی جاگ گیا۔ (جس نے اسے شکار کے لئے قید کر رکھا تھا) اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھ سے کوئی کام ہے؟ فرمایا۔ ہاں اسے آزاد کر دو۔ اس نے اسے آزاد کر دیا وہ تیزی سے بھاگ گئی اور کہہ رہی تھی میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔" [41]

علامہ کی پیش کردہ اس روایت کو درج کرنے کے بعد ان واقعات کے جامعین نے اس روایت کے حوالہ جات معجم الکبیر، مجمع الزوائد، دلائل النبوۃ، الشفا اور الوفاء کے لکھے۔ اب ہم اس روایت کا جائزہ علم اسماء الرجال، اور علم جرح و تعدیل کی روشنی میں لیتے ہیں۔

- جو پہلا حوالہ اس روایت کا دیا گیا ہے اس کے مطابق یہ روایت معجم الکبیر سے لی گئی ہے۔ مگر اس روایت کی ذیل میں دیئے گئے حاشیہ کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس حاشیہ میں حافظ الهيثمی (جن کی کتاب کا حوالہ علامہ نے بھی دیا ہے) کے الفاظ لکھے ہیں:۔

  "اس روایت کا ذکر حافظ الهيثمی نے المجمع میں کیا ہے۔ اور اس روایت میں اغلب بن تمیم ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔" [42]

- اس روایت کا دوسرا حوالہ دلائل النبوۃ سے دیا گیا ہے۔ ابو نعیم نے یہ روایت ام سلمہ سے نہیں لی بلکہ زید بن ارقم سے روایت کردہ لکھی۔ دلائل النبوۃ کی روایات پر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی اور عبد البر عباس نے تحقیق و تفحص کیا۔ اس روایت اور اس کے مختلف طرق بھی بیان کئے اور لکھا۔

"ذھبی میزان الاعتدال میں (اس روایت کے ایک راوی) یعلیٰ بن ابراھیم الغزال کے بارہ میں کہتے ہیں، کہ، میں اس راوی کو نہیں جانتا۔ اور اس کی یہ روایت باطل ہے جو کہ ایک نہائت کمزور شیخ سے لی گئی ہے۔۔۔ الھیثم بن حماد جو ابو کثیر سے روایت کر رہے ہیں ان کو بھی کوئی نہیں جانتا نہ ان کو اور نہ ان کے شیخ کو۔" [43]

اسی روایت کو حضرت ام سلمہ، زید بن ارقم کے ساتھ ساتھ حضرت انس بن مالک سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔ اس سند کے حوالہ سے بھی اسی کتاب کے حاشیہ میں ہے کہ،

[41] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 59، 60۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[42] معجم الکبیر للطبرانی جلد 23 صفحہ 331و332 حاشیہ۔ مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ

[43] دلائل النبوۃ۔ الجزء الاول۔ صفحہ 375، 376 حاشیہ۔ دار النفائس۔ الطبعۃ الثانیۃ۔ بیروت

"اس روایت کو اس (حضرت انس بن مالک والی) سند کے ساتھ (امام سیوطی نے) الخصائص نے اور طبرانی نے المعجم الاوسط میں اور ابو نعیم نے صالح المری کے واسطے سے بھی بیان کیا ہے۔ اور یہ راوی ضعیف ہیں۔ یہی بات حافظ الھیثمی نے مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 295 میں لکھی ہے۔"[44]

تیسرا حوالہ اس روایت کا الشفاء کا دیا گیا ہے۔ قاضی عیاض اپنی کتاب میں اس روایت کو درج تو کرتے ہیں مگر اس کا کوئی حوالہ نہیں لکھتے کہ انہوں نے اس روایت کو کہاں سے لیا۔ بہر حال آپ کی کتاب الشفا پر عبدہ علی کوشک نے تعلیقات اور حاشیہ لکھا ہے جس میں وہ اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ،

"حافظ المنذری نے اپنی کتاب ترغیب الترھیب میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ روایت تینوں اسناد جن میں مختلف طور پر حضرات انس بن مالک، ابو سعید خدری یا زید بن ارقم موجود ہیں ضعف اور نکارت سے خالی نہیں۔"[45]

- امام ابو الخیر السخاوی (831ھ تا 902ھ) اپنی کتاب المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث الشتھرة علیٰ الالسنة میں اس حدیث سے متعلق لکھتے ہیں،

"یہ حدیث بھی زبان زد عام ہے۔ اور اکثر آنحضرت ﷺ کی مدح سرائی میں بیان کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ابن کثیر نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور جو بھی اس روایت کو آنحضرت ﷺ سے منسوب کرتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔"[46]

پانچویں روایت:

اس کتاب کے صفحہ 104 پر علامہ صاحب کے ایک خطبہ سے ابن خطل کے حوالہ سے آپ کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں اور نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن خطل کا خون اس کی گستاخیوں کی وجہ سے ھدر کیا ہوا تھا۔ آپ کے الفاظ کچھ ایسے نقل کئے گئے ہیں۔

" ابن خطل کعبے کے غلاف کے اندر گھسا ہوا تھا۔ نو مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں حضور ﷺ نے فرمایا جہاں ملیں ان کو قتل کر دو۔ ان کا جرم حضور ﷺ کی گستاخی تھا۔ یہ حضور ﷺ کے خلاف اشعار پڑھتیں تھیں۔ ابن خطل نے دو رنڈیاں رکھیں ہوئیں تھیں۔ ان کو پیسے دیتا تھا اور حضور ﷺ کے خلاف اشعار پڑھواتا تھا۔۔۔ ایک صحابی آگئے۔ عرض کی حضور ﷺ ابن خطل تو کعبے کے غلاف سے لپٹا ہوا ہے ایک طرف کعبہ کا غلاف ہے دوسری طرف کعبہ کی دیوار ہے، اب کیا کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: أُقْتُلُوْهُ فرمایا وہاں ہی مار دو۔"

ان الفاظ کے ساتھ، اپنے مقدمہ کو اپنی مرضی کے مطابق ثابت کرنے کے لئے علامہ نے ایک حدیث سنن نسائی سے لی ہے جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:۔

"عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّاسَ إِلاَّ أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَقَالَ " اقْتُلُوهُمْ وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ " . عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ خَطَلٍ وَمِقْيَسُ بْنُ صُبَابَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي السَّرْحِ فَأَمَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خَطَلٍ فَأُدْرِكَ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَاسْتَبَقَ إِلَيْهِ سَعِيدُ بْنُ حُرَيْثٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَسَبَقَ سَعِيدٌ عَمَّارًا - وَكَانَ أَشَبَّ الرَّجُلَيْنِ - فَقَتَلَهُ وَأَمَّا مِقْيَسُ بْنُ صُبَابَةَ فَأَدْرَكَهُ النَّاسُ فِي السُّوقِ فَقَتَلُوهُ وَأَمَّا عِكْرِمَةُ فَرَكِبَ الْبَحْرَ فَأَصَابَتْهُمْ عَاصِفٌ فَقَالَ أَصْحَابُ السَّفِينَةِ أَخْلِصُوا فَإِنَّ آلِهَتَكُمْ لاَ تُغْنِي عَنْكُمْ

---

[44] دلائل النبوۃ۔ الجزء الاول۔ صفحہ 376 حاشیہ۔ دار النفائس۔ الطبعۃ الثانیۃ۔ بیروت

[45] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی الایات فی ضروب الحیوانات۔ صفحہ 384 حاشیہ۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ 2013۔ وحدۃ البحوث والدراسات۔ المملکۃ المتحدۃ العربیۃ

[46] المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث الشتھرۃ علی الالسنۃ۔ حدیث نمبر 332 صفحہ 255۔ دار الکتاب العربی۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ بیروت

شَيْئًا هَا هُنَا . فَقَالَ عِكْرِمَةُ وَاللَّهِ لَئِنْ لَمْ يُنَجِّنِي مِنَ الْبَحْرِ إِلاَّ الإِخْلاَصُ لاَ يُنَجِّينِي فِي الْبَرِّ غَيْرُهُ اللَّهُمَّ إِنَّ لَكَ عَلَىَّ عَهْدًا إِنْ أَنْتَ عَافَيْتَنِي مِمَّا أَنَا فِيهِ أَنْ آتِيَ مُحَمَّدًا ﷺ حَتَّى أَضَعَ يَدِي فِي يَدِهِ فَلأَجِدَنَّهُ عَفُوًّا كَرِيمًا . فَجَاءَ فَأَسْلَمَ وَأَمَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي السَّرْحِ فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّاسَ إِلَى الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ . قَالَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلاَثًا كُلَّ ذَلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلاَثٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ " أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلَهُ " . فَقَالُوا وَمَا يُدْرِينَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ هَلاَّ أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ . قَالَ " إِنَّهُ لاَ يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ أَعْيُنٍ " .

حضرت سعد کہتے ہیں کہ جب مکہ کی فتح کا دن آیا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو امان دی، سوائے چار مرد اور دو عورتوں کے۔ اور فرمایا: 'انہیں قتل کر دو، چاہے تم انہیں کعبہ کے پردے ست چمٹا ہوا پاؤ۔ یعنی عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ عبداللہ بن خطل اس وقت پکڑا گیا جب وہ کعبہ کے پردے سے چمٹا ہوا تھا۔ سعید بن حریث اور عمار بن یاسر اس کی طرف بڑھے۔ سعید عمار سے سبقت لے گئے یہ زیادہ جوان تھے۔ مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پایا تو اُسے قتل کر دیا۔ عکرمہ (بھاگ کر) سمندر میں (کشتی پر) سوار ہو گیا۔ تو آندھی نے اسے گھیر لیا۔ کشتی کے لوگوں نے کہا: سب لوگ خالص اللہ کو پکارو۔ اس لئے کہ تمہارے یہ معبود تمہیں یہاں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ عکرمہ نے کہا: اللہ کی قسم، سمندر سے مجھے اللہ کے سوا کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے بچا لے گا جس میں میں پھنسا ہوا ہوں تو میں محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا۔ اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ اور میں ان کو مہربان اور بخشنے والا پاؤں گا۔ چنانچہ وہ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ رہا عبداللہ بن ابی سرح۔ تو وہ عثمان بن عفان کے پاس چھپ گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا، تو عثمان ان کو لے کر آئے۔ اس اسے نبی اکرم ﷺ کے پاس کھڑا کر دیا۔ اور بولے، اے اللہ کے رسول! عبداللہ سے بیعت لے لیجئے۔ آپ نے اپنا سر اٹھایا اور اس کی طرف تین بار دیکھا، ہر مرتبہ آپ انکار کر رہے تھے۔ لیکن تین مرتبہ کے بعد آپ نے اس سے بیعت لے لی۔ پھر اپنے اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: 'کیا تم میں کوئی ایک شخص سمجھدار نہ تھا جو اس کی طرف اُٹھ کھڑا ہوتا جب مجھے اس کی بیعت سے اپنا ہاتھ کھینچتے دیکھا کہ اسے قتل کر دے۔ لوگوں نے عرض کی، اللہ کے رسول ہمیں کیا معلوم کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ نے اپنی آنکھ سے ہمیں اشارہ کیوں نہیں کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی نبی کے لیے یہ مناسب اور لائق نہیں کہ وہ کنکھیوں سے خفیہ اشارہ کرے۔"[47]

اگر اس روایت کو تاریخی روایات سے الگ کر کے دیکھا جائے تو یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا مگر اس کی وجہ کیا واقعی یہ تھی کہ ابن خطل کو آپ نے اس کی گستاخیوں کی سزا دی؟ اس کے لئے ہمیں کچھ تاریخی حقائق کا جائزہ لینا پڑے گا۔

عبداللہ بن خطل کے حوالہ سے علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں لکھتے ہیں:۔

"وكان جرم ابن خطل أنه أسلم وهاجر إلى المدينة وبعثه رسول الله ﷺ ساعيا وبعث معه رجلا من خزاعة وكان يصنع طعامه ويخدمه فنزل في مجمع فأمره أن يصنع له طعاما ونام نصف النهار فاستيقظ والخزاعي نائم ولم يصنع له شيئا فاغتاظ عليه فضربه فلم يقلع عنه حتى قتله فلما قتله قال: والله ليقتلني محمد به إن جئته فارتد عن الإسلام وساق ما أخذه من الصدقة وهرب إلى مكة فقال له أهل مكة: ما ردك إلينا؟ قال :لم أجد دينا خيرا من دينكم فأقام على شركه فكانت له قينتان وكانتا فاسقتين وكان يقول الشعر يهجو فيه رسول الله ﷺ ويأمرهما تغنيان به فيدخل عليه وعلى قينتيه المشركون فيشربون الخمر وتغني القينتان بذلك الهجاء.وكانت سارة مولاة عمرو بن هاشم مغنية نواحة بمكة فيلقى عليها هجاء النبي ﷺ فتغني به وكانت قد قدمت على رسول الله ﷺ تطلب أن يصلها وشكت الحاجة فقال رسول الله ﷺ" :ما كان لك في غنائك ونياحتك ما

[47] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 104 تا 107۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

يكفيك؟ " فقالت: يا محمد إن قريشا منذ قتل من قتل منهم ببدر تركوا استماع الغناء فوصلها رسول الله ﷺ وأوقر لها بعيرا طعاما فرجعت إلى قريش وهي على دينها فأمر بها رسول الله ﷺ يوم الفتح أن تقتل فقتلت يومئذ.وأما القينتان فأمر رسول الله ﷺ بقتلهما فقتلت إحداهما أرنب أو قريبة وأما فرتنى فاستؤمن لها حتى آمنت وعاشت حتى كسر ضلع من أضلاعها زمن عثمان ﷺ فماتت فقضى فيه عثمان ﷺ ثمانية آلاف درهم ديتها وألفين تغليظا للجرم".

"ابن خطل کا جرم یہ تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک محصل کے طور پر حصول زکوٰۃ کے لئے بھیجا اور اس کے ساتھ خزاعہ سے ایک شخص (علماء و محدثین کے نزدیک یہ ایک مسلمان غلام تھا) کو بھی بھیجا، جو اس کا کھانا تیار کرتا اور اس کی خدمت کرتا تھا۔ جب وہ ایک جگہ پہنچا تو انہوں نے اسے حکم دیا کہ اس کے لئے کھانا تیار کرے، پھر وہ دوپہر تک سویا رہا۔ جب وہ جاگا تو خزاعی سو رہا تھا اور اس نے اس کے لئے کچھ تیار نہیں کیا۔ تو ابن خطل نے اس پر غصہ کیا اور اس پر اتنا تشدد کیا کہ اسے قتل کر دیا۔ جب وہ مر گیا تو ابن خطل نے کہا: 'واللہ! اگر میں واپس مدینہ گیا تو محمد (ﷺ) اس قتل کے بدلے مجھے قتل کروا کر سزا دیں گے۔' پھر اس نے جو صدقہ لیا تھا وہ اچک کر اسے لے کر مکہ گیا، اور وہاں اپنے اسلام سے منحرف ہو گیا، اور اپنی مشرکانہ عقائد پر قائم رہا۔ اس کے پاس دو لونڈیاں تھیں جو بدکار تھیں۔ ابن خطل ہجو پر مبنی شاعری کرتا اور ان دونوں لونڈیوں سے وہ اشعار گواتا تھا۔۔ ان دونوں لونڈیوں کی محفل میں یہ اور مکہ کے دوسرے مشرکین شامل ہوتے اور وہ ہجویہ اشعار گاتیں اور شراب کے دور چلتے۔" اور سارہ، عمرو بن ہاشم کی لونڈی تھی اور مکہ کی نوحہ کرنے والی تھی، جس میں آنحضرت ﷺ پر ہجو گوئی کرتی تھی۔ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی حاجت بیان کی۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا، 'کیا تمہارا گزارا نوحہ خوانی اور گانا گانے سے پورا نہیں تو سارہ نے کہا: 'یا محمد! قریش جب سے بدر کے میدان میں مارے گئے تب سے ان میں سے کوئی بھی محفل غنا و سرود منعقد نہیں کرتا۔ پس آنحضرت ﷺ نے اس کو ایک اونٹ کے لاد کے برابر کھانے پینے اور راشن عطا فرمایا۔ وہ واپس قریش مکہ کی طرف لوٹی اور اپنے (مشرکانہ) دین پر قائم رہی۔"[48]

اس حوالہ کو دیکھ کر معاملہ کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ ابن خطل کو سزا صرف یاوہ گوئی اور ہجویہ اشعار لکھنے کی پاداش میں نہیں ملی بلکہ اس نے ایک مسلمان غلام کو قتل کیا تھا اور واپس مکہ جا کر دشمنان اسلام جو کہ ہر گھڑی اسلام اور ریاست مدینہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے مل گیا تھا۔ گویا اس کے جرائم کی فہرست میں قتل، بیت المال کے اسباب و زر کو لوٹنا اور غداری جیسے بڑے جرائم بھی موجود تھے۔ ورنہ ان دونوں مغنیہ عورتوں کو بھی بجائے اونٹ کے لاد برابر راشن کے موت تحفے میں ملتی اور ان میں سے ایک کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ہی کوئی اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا!!

سنن نسائی (جس سے علامہ موصوف نے حوالہ پیش فرمایا) کا ترجمہ و فوائد معروف اہل حدیث عالم محترم حافظ محمد امین صاحب نے کیا اور اس کتاب کی روایات پر تحقیق و تخریج و تحکیم محترم زبیر علی زئی صاحب نے کی اور نظر ثانی، تصحیح، تنقیح اور افاضات حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے کی۔ یعنی سنن نسائی کے جس ترجمہ کا حوالہ ذیل میں دیا جا رہا ہے وہ چوٹی کے اہل حدیث علماء کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

[48] الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول جلد اول صفحہ 128

"چار مرد، دو عورتیں" دیگر روایات میں اور مرد و عورتوں کا بھی ذکر ہے، مثلاً: وحشی بن حرب اور مفصد وغیرہ، البتہ کسی اور مرد اور عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔ ان چار مرد اور دو عورتوں میں سے بھی بعض کو معافی مل گئی۔ ان چار مردوں میں سے تین عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبد اللہ بن ابی سرح مسلمان ہو کر بعد میں مرتد ہو گئے تھے۔ عبد اللہ بن ابی سرح دوبارہ مسلمان ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش پر ان کو معافی مل گئی۔ عبد اللہ بن خطل اور مقیس بن صبابہ دونوں پر قتل کا جرم بھی ثابت تھا۔ دونوں نے ایک ایک مسلمان قتل کیا تھا اور بھاگ کر مکہ آ گئے اور مرتد ہو گئے تھے، لہٰذا ان کو قتل اور ارتداد کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ قتل کی وجہ سے ان کو معافی نہ مل سکتی تھی۔"[49]

مولانا محمد امین صاحب کی اس تصریح سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ان کو قتل کی سزا کے طور پر قتل کیا گیا۔
قارئین کرام! آدھا سچ بعض دفعہ مکمل جھوٹ سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس روایت سے اپنی مرضی کا استدلال کیا گیا اور غلط تشریح کر کے عوام الناس کو اکسایا جاتا ہے۔ دانستہ عبد اللہ بن خطل کے قتل، غداری اور بیت المال کے مال کی لوٹ کو چھپا کر صرف گستاخی کو سامنے رکھ کر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اس کو قتل گستاخی کی وجہ سے کیا گیا!!

چھٹی روایت:

علامہ کے ایک خطبہ سے ان کے مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل ایک پیرا گراف لکھا گیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:۔

"ستائیس غزوات ہیں اور سینتالیس سرایاہیں۔ یہ چوہتر جنگیں بنتی ہیں۔ ان میں کل صحابہ جو شہید ہوئے ان کی تعداد دو سو انسٹھ ہے۔ جنگ یمامہ جو ختم نبوت پر جنگ لڑی گئی ۔۔۔ جنگ یمامہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کی خاطر لڑی گئی۔ مسیلمہ کذاب چالیس ہزار کا لشکر لے کر آ گیا۔۔۔ پتہ ہے حضور ﷺ کی خاطر جو جنگ لڑی گئی ان میں بارہ سو صحابہ شہید ہوئے۔ ان میں سات سو سے اوپر حافظ اور قاری صحابہ تھے۔ گیارہ بدری صحابہ تھے۔۔۔"[50]

اس جگہ علامہ نے جنگ یمامہ کو "ختم نبوت کی خاطر لڑی گئی جنگ" قرار دیا! ذیل میں ہم اس بات کا تحقیقی جائزہ لیں گے کہ کیا واقعی جنگ یمامہ ختم نبوت کے لئے لڑی گئی؟

مسیلمہ الکذاب:

مسیلمہ کا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب حنفی وائلی تھا اور یمامہ کے بنی حنیفہ سے قبیلہ سے تھا۔ اس کی کنیت ابو ثمامہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اس کو رحمنِ یمامہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔[51] امام سھیلی کے نزدیک مسیلمہ کی ولادت آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ کی پیدائش سے بھی قبل ہوئی۔[52]
مسیلمہ کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے متعلق امام زرکلی اپنی شہرہ آفاق کتاب "الاعلام" میں لکھتے ہیں:۔

---

[49] سنن نسائی مترجم از حافظ محمد امین۔ جلد ششم صفحہ 95۔ طبع اول 2012۔ دار العلم ممبئ۔
[50] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 123۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور
[51] الاعلام۔ خیر الدین زرکلی، جلد 7، صفحہ 226۔ دار العلم للملایین۔ بیروت۔ 2002
[52] الروض الانف، شرح سیرت ابن ہشام از عبد الرحمن سھیلی۔ جلد 7 صفحہ 443۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ 1967۔ دار الکتب الاسلامیۃ۔

" جب آنحضرت ﷺ نے مکہ فتح کیا اور عرب قبائل آپ کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضر ہونے لگے تو بنو حنیفہ کا وفد بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ مسیلمہ اسی وفد میں آیا۔ اور قافلہ سے پیچھے، مکہ سے باہر جس شخص کے پاس سامان وغیرہ رکھوایا گیا تھا وہیں رک گیا۔ اس وقت وہ کافی ضعیف ہو چکا تھا۔ وفد نے حضور ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کیا۔ اور وفد کے افراد نے حضور ﷺ کو مسیلمہ کی آمد کا بھی بتایا۔ اس پر حضور نے وہی نصائح مسیلمہ کی طرف بطور پیغام بھجیں جو اس وفد کو فرمائیں۔"[53]

مسیلمہ کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ آمنا سامنا ہونے سے متعلق ابن ہشام اپنی سیرت میں ایک اور روایت لائے ہیں، فرماتے ہیں:۔

"مجھے مدینہ کے بعض علماء نے بتایا کہ یہ (مسیلمہ) بنو حنیفہ کے ساتھ اس حال میں آیا کہ انہوں نے اس کو کپڑوں سے ڈھانپا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ اپنے خدام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی چھوٹی سی ٹہنی تھی اور اس ٹہنی پر کچھ چھوٹے پتے تھے۔۔۔اس نے آنحضرت ﷺ سے کچھ بات چیت کی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اگر تو مجھ سے یہ ٹہنی بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں۔"[54]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنا دعویٰ حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا جس پر حضور ﷺ نے اس کو یہ جواب دیا۔ سن 9 ہجری کو مسلمان مؤرخین و علماء بالاتفاق عام الوفود قرار دیتے ہیں اسی سال کے آخر یا 10ھ کے شروع میں بنو حنیفہ کا وفد بھی آیا۔ اس کے بعد مسیلمہ نے دعوئے نبوت کیا اس بارہ میں علامہ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

"اس (مسیلمہ) نے اسلام قبول کیا تھا پھر 10 ہجری میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔"[55]

جب بنو حنیفہ کا وفد واپس گیا تو مسیلمہ نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں خط لکھا۔ علامہ زرکلی کے نزدیک اس نے حضور ﷺ کو ہجرت کے دسویں سال کے آواخر میں خط لکھا۔[56]

امام طبری کے نزدیک یہ خط ہجرت کے گیارہویں سال میں لکھا گیا۔[57]

اس خط کو علامہ زرکلی نے اپنی کتاب "الاعلام" میں نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:۔

"من مسیلمة رسول الله إلى محمد رسول الله: آلا إنی أوتیت الأمر معك فلك نصف الأرض ولي نصفها ولكن قریشاً قومٌ یظلمون"[58]

یہ خط مسیلمہ رسول اللہ (نعوذ باللہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب لکھا گیا ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔ خبر دار رہیئے کہ میں آپ کے ساتھ امر نبوت میں شراکت دار ہوں۔ آدھی زمین آپ کی اور آدھی میری ہے۔ مگر قریش ظالم لوگ ہیں۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے اس کو جواب لکھا۔ اس خط کو علامہ بلاذری نے اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں نقل کیا ہے،

" من محمد رسول الله إلى مسیلمة الكذاب، السلام على من أتبع الهدى، أما بعد، إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ"[59]

[53] الاعلام۔ خیر الدین زرکلی، ج ے لد 7، صفحہ 226۔ دار العلم للملایین۔ بیروت۔ 2002

[54] سیرت ابن ہشام جلد 4 صفحہ 219۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت 1990

[55] تاریخ الیعقوبی۔ مترجم جلد دوم۔ صفحہ 206۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار۔ کراچی

[56] تاریخ الامم والملوک، جلد 3 صفحہ 146، الاعلام۔ خیر الدین زرکلی، ج ے لد 7، صفحہ 226۔ دار العلم للملایین۔ بیروت۔ 2002،

[57] تاریخ الامم والملوک۔ جلد 3 صفحہ 142

[58] الاعلام۔ خیر الدین زرکلی، ج ے لد 7، صفحہ 226۔ دار العلم للملایین۔ بیروت۔ 2002

[59] فتوح البلدان۔ از علامہ بلاذری۔ صفحہ 129۔ مؤسسۃ المعاف۔ للطباعۃ والنشر۔ بیروت۔ 1987

یعنی یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کو لکھا جا رہا ہے۔ ہر ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلامتی ہو۔ زمین (میری تمہاری نہیں بلکہ) اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔ اور نیک انجام متقیوں کا ہی ہوتا ہے۔

علامہ یعقوبی نے اس کی قتل کی تاریخ 12 ہجری لکھی اور اس کی عمر بوقت قتل 150 سال تھی۔"[60]

اس مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ

- مسیلمہ کا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب حنفی وائلی تھا۔
- مسیلمہ کی ولادت آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ کی پیدائش سے بھی قبل ہوئی۔
- 9 ہجری کو مسلمان مؤرخین و علماء بالاتفاق عام الوفود قرار دیتے ہیں اسی سال کے آخر یا 10ھ کے شروع میں بنو حنیفہ کا وفد بھی آیا۔
- 10 ہجری میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔
- سن 10 ہجری میں مسیلمہ اور آپ ﷺ کے درمیان خط و کتابت ہوئی۔
- یہ 12 ہجری میں قتل ہوا۔ اس کی عمر بوقت قتل 150 سال تھی۔

علامہ خادم رضوی صاحب فرماتے ہیں،

"ستائیس غزوات ہیں اور سینتالیس سرایا ہیں۔ یہ چوہتر جنگیں بنتی ہیں۔ ان میں کل صحابہ جو شہید ہوئے ان کی تعداد دو سو انسٹھ ہے۔ جنگ یمامہ جو ختم نبوت پر جنگ لڑی گئی ---جنگ یمامہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کی خاطر لڑی گئی۔ مسیلمہ کذاب چالیس ہزار کا لشکر لے کر آگیا---پتہ ہے حضور ﷺ کی خاطر جو جنگ لڑی گئی ان میں بارہ سو صحابہ شہید ہوئے۔ ان میں سات سو سے اوپر حافظ اور قاری صحابہ تھے۔ گیارہ بدری صحابہ تھے---"[61]

علامہ خادم رضوی صاحب اور ان کی جماعت سے میرے چند سوالات:

1. **علامہ اور ان کے مریدین سے میرا پہلا سوال،** اگر اس مدعی نبوت گستاخ رسول کو قتل کرنا اتنا ضروری تھا اور ختم نبوت کی لڑائی اتنی اہمیت کی حامل تھی تو جنگ یمامہ اور مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے میں دو سے اڑھائی سال کا عرصہ کیوں لگا؟
2. **علامہ اور ان کے مریدین سے میرا دوسرا سوال،** مسیلمہ الکذاب کے دعویٰ کے بعد حجۃ الوداع کا موقع آیا۔ اس موقع پر ہزاروں جاں نثاران نبوت مکہ میں جمع تھے۔ آنحضرت ﷺ کی تقاریر و خطابات جن میں آپ کے مبارک اقوال میں ہر قسم کی ہدایت و انوار نظر آتے ہیں۔ مگر اس موقع پر حضور ﷺ نے ختم نبوت کے بارہ میں کیوں کچھ نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے اپنے بعد کے فتنوں سے آگاہی دی مگر اس "سب سے بڑے فتنے" کے متعلق خاموش کیوں رہے۔ کیوں نہ وہیں سے ایک لشکر یمامہ کی طرف بھیجا تاکہ اس فتنہ کی سرکوبی ہوتی؟
3. ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں،

---

[60] تاریخ الیعقوبی۔ مترجم جلد دوم۔ صفحہ 206 تا 208۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار۔ کراچی

[61] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 123۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

"آخری ذی الحجہ آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع سے مدینہ واپس آئے۔ ماہ مذکور ختم کر کے محرم کے مہینہ میں آپ نے بلاد شام پر جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ اور ان مجاہدین پر اسامۃ بن زید بن حارث کو امیر مقرر فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ "بلقاء و داروم کی طرف سے اردن تک یا ارض فلسطین میں شام کے بلاد میں کفار و مشرکین پر جہاد کرنا یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں یا مطیع ہو جائیں۔" اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا گیا تھا۔"[62]

اس سریہ کی اہمیت کا اندازا کتب سیرت و تاریخ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ یاد کریں جن میں آپ نے فرمایا، "اگر مجھے اس امر کا خوف ہوتا کہ مجھے مدینہ میں کوئی درندہ آکر پھاڑ ڈالے گا یا کوئی مجھے لوٹ لے جائے گا تو بھی میں اسامہ کو روانہ کرتا کس کے منہ میں دانت ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے خلاف کرے جس کو وہ مقرر کر جائیں، اس کو موقوف کرے۔ میں جب تک اسامہ کو روانہ نہ کرلوں ہرگز ایک لحظہ قرار نہ پاؤں گا۔"[63]

علامہ اور ان کے متبعین سے میرا تیسرا سوال، اگر جنگ یمامہ (جیسا کہ مولانا اسے ختم نبوت کے لئے لڑی جانے والی جنگ قرار دیتے ہیں) اتنی ضروری تھی اور اتنے عظیم الشان مقصد کے لئے تھی تو یہ سریہ اسامۃ بن زید سے پہلے کیوں نہ لڑی گئی؟

4. مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی اور مفتی انتظام اللہ شہابی نے اپنی تاریخ "تاریخ ملت" میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے اوائل میں لڑی جانے والی جنگوں کی وجوہات لکھی ہیں، آپ فرماتے ہیں،

"1۔ اسلام سے پہلے عرب ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اسلام نے ان ٹکڑیوں کو ملا کر ایک ملت بنادیا۔ مگر چونکہ وہ برسہابرس سے اس کے عادی نہ تھے اس لئے انہوں نے "اس نظام ملّی" کو اپنی آزادی کے لئے ایک زنجیر سمجھا اور اسے توڑ کر نکل بھاگنے کی فکر کرنے لگے۔ 2۔ قرآن کریم نے حکومت اسلامی کے شعبہ مالیات کے لئے زکوٰۃ کو بنیاد ٹھہرایا۔ زکوٰۃ اسلام کے اصول کے مطابق امیروں سے لی جاتی ہے اور غریبوں پر صرف کی جاتی ہے اور اس کا مقصد قوم میں دولت کے توازن کو برقرار رکھنا ہے۔ مگر اسے بھی ایک بار سمجھا گیا اور اس بار کو اتار کر پھینکنے کی کوشش کی جانے لگی۔ 3۔ شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی جو ان کا دل پسند کھیل تھا اور زنا ایک مرغوب تفریح۔ اسلام کے قانون نے ان سب برائیوں پر کڑی بندشیں قائم کردیں جو ان لوگوں پر گراں گزریں۔"[64]

ان وجوہات سے تو لگتا ہے کہ اس وقت معاملہ ختم نبوت کا یا مسیلمہ کذاب کے جھوٹے دعوائے نبوت کا نہیں بلکہ اسلامی ریاست کی رِٹ اور اجتماعی نظم و نسق کا تھا۔

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا چوتھا سوال، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی مبارک خلافت کا آغاز اس "بنیادی اور اساسی مسئلہ" کو حل کرنے کے لئے یمامہ کو تہہ تیغ کرنے سے کیوں نہ کیا؟

5. جوں ہی لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ فتح و ظفر سمیٹ کر واپس آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود تلوار اٹھا کر عبس اور ذبیان قبائل کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا،

"خدا کی قسم! اگر کوئی ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی جو رسول اللہ ﷺ کو دیا جاتا تھا انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔"

---

[62] تاریخ ابن خلدون، حصہ اول۔ صفحہ 166۔ نفیس اکیڈمی۔ اردو بازار۔ کراچی۔ 2003

[63] تاریخ ابن خلدون، حصہ اول۔ صفحہ 166۔ نفیس اکیڈمی۔ اردو بازار۔ کراچی۔ 2003

[64] تاریخ ملت، از مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی اور مفتی انتظام اللہ شہابی۔ جلد اول صفحہ 169، 170۔ ادارہ اسلامیات۔ انار کلی، لاہور 1991

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا پانچواں سوال، صدیق اکبر نے بجائے مندرجہ بالا نعرہ کے اور بجائے عبس اور ذبیان جانے کے تحفظ ختم نبوت کا نعرہ لگا کر یمامہ کا قصد کیوں نہیں کیا؟

خلاصہ اس سب بحث کا یہی ہے کہ معاملہ "ختم نبوت کے لئے لڑی جانے والی جنگ" کا نہیں بلکہ اسلامی ریاست کی رٹ، اجتماعی نظم ونسق اور اور اسلامی ریاست کے تحت رہنے والی مسلم اور غیر مسلم رعایا کے حقوق کا تھا!!!

ساتویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب ایک خطاب میں فرماتے ہیں جس کو اس کتاب میں درج کیا گیا ہے،

"حضور ﷺ نے اپنی ختم نبوت کی خود گواہی دی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "انّی اشهدُ عددِ تراب الدنیا انَّ مسیلمة كذاب" مسیلمہ کذاب وہ ہے جس نے حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں بکواس کی کہ میں بھی نبی ہوں۔ اب ذرا سنو! اس کے بعد مسلمان دلیل مانگنا چاہتا ہے کہ حضور ﷺ کیسے آخری نبی ہیں، اب میرے آقا و مولا ﷺ نے اپنی ختم نبوت کی گواہی کیسے دی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: دنیا میں جتنی مٹی ہے اس مٹی میں ذرّوں کی تعداد کے برابر میں خود گواہی دیتا ہوں کہ میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔"[65]

جہاں تک اس حدیث " اِنِّیْ اَشْهَدُ عَدَدَ تُرَابِ الدُّنْیَا اَنَّ مُسَیْلَمَةَ كَذَّاب "کا تعلق ہے تو یہ تو علمائے حدیث نے اپنی کتب (معجم الکبیر، کنز العمال اور الاصابۃ وغیرہ) میں بیان کی ہے۔ مگر علامہ نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ یہ شائد اپنے ذاتی مؤقف کو حدیث میں داخل کرنے کی غرض سے تھا یا شائد جوش خطابت میں ایسا سرزد ہو گیا۔ کیونکہ حدیث کے عربی الفاظ میں "میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا" موجود نہیں ہے!!!

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا چھٹا سوال، اس حدیث میں مسیلمہ کا کذاب ہونا تو ثابت ہوتا ہے مگر یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا؟

[65] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 206۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

آٹھویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب ایک خطاب میں ایک اور روایت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں جس کو اس کتاب میں درج کیا گیا ہے،

"میرے آقا و مولا ﷺ جس گدھے پر سوار ہوتے تھے اس کا نام تھا یعفور۔ حضور ﷺ نے فرمایا تیری نسل چلے گی۔ گدھے نے آگے سے یہ بات کی جس یہودی کی میں ملکیت تھا اس نے ہزار بار مجھ پر کوشش کی سوار ہونے کی، ابھی تک وہ حضور ﷺ کے دربار میں آیا ہی نہیں، اس کو کس نے بتایا کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں؟ گدھا کہتا ہے میں نے ہر بار اسے گرا دیا۔ میں نے کہا میری پشت پر خاتم النبیین ﷺ سوار ہوں گے۔"[66]

"لما فتح الله على نبيه خيبر اصابه من سهمه اربعة ازواج نعال و اربعة ازواج خفاف و عشرة اواق ذهب و فضة و حمار اسود فقال للحمار ما اسمک قال يزيد بن شهاب اخرج الله من ظهر جدى ستين حمارا كلهم لم يركبه الا نبى ولم يبق من نسل جدى غيرى ولا من الانبياء غيرک وقد كنت قبلک لرجل من اليهود و كنت اعثر به عمدا وكان يجيع بطنى و يضرب ظهرى فقال قد سميتک يعفور قال اتشتهى الاتان قال لا وكان يبعث به الى باب الرجل فيأتى الباب فيقرعه برأسه فاذا خرج اليه صاحب الدار اومأ اليه ان اجب رسول الله ﷺ فلما قبض النبى ﷺ جاء الى بئر كانت لابى الهيثم بن التيهان فتردى فيها جزعا۔"[67]

جب اللہ تعالی نے اپنے نبی کو خیبر کی فتح نصیب فرمائی تو حضور ا کے حصے میں چپل کے چار جوڑے، موزوں کے چار جوڑے اور دس اوقیہ سونا چاندی اور ایک کالا گدھا آیا، حضور ا نے گدھے سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ گدھے نے جواب دیا کہ یزید بن شہاب، اللہ تعالی نے میرے دادا کی پشت سے ساٹھ گدھے پیدا کیے ان سب پر صرف انبیاء نے سواری کی ہے، اب ان کی نسل میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے، اور نہ انبیاء میں سے آپ کے سوا کوئی باقی ہے، اور میں آپ سے پہلے ایک یہودی کے پاس تھا، اور میں جان بوجھ کر اس کو گرا دیتا تھا، اور وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا، آپ انے فرمایا کہ میں نے تیرا نام یعفور رکھا، پھر آپ انے پوچھا کہ کیا گدھی کی خواہش ہے؟ اس نے کہا نہیں، حضور اس کو کسی آدمی کے دروازے پر (بلانے کے واسطے) بھیجا کرتے وہ دروازے کے پاس آکر سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا، جب گھر کا مالک باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ رسول اللہ ا کے پاس چلئے، جب رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو بیقراری میں ابو الہیثم بن التیہان کے کنویں میں گر پڑا۔

- اس حدیث سے متعلق علامہ ابن حبان بیان فرماتے ہیں:۔

"هذا حديث لا اصل له۔ و اسناده ليس بشيئ، لا يجوز الاحتجاج بهذا الشيخ"[68]

اس حدیث کی کسی قسم کی کوئی اصل نہیں۔ نہ ہی اس کی سند کچھ حیثیت رکھتی ہے۔ اس راوی سے استدلال کرنا بھی جائز نہیں۔

- امام ابن جوزی اپنی کتاب کتاب الموضوعات میں اس حدیث کو مکمل بیان کر کے اس پر اپنا تبصرہ فرماتے ہیں، لکھا،

"هٰذا حديث موضوع فلعن الله واضعه فانه لم يقصد الا القدح فى الاسلام والاستهزاء به۔ "[69]

یعنی یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کے گھڑنے والے پر اللہ کی لعنت ہو، یقیناً اس کا مقصد اسلام میں عیب پیدا کرنا اور استہزاء کا نشانہ بنانا ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو ابو منظور کے ترجمہ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

[66] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 228۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[67] الشفاء تعریف حقوق المصطفی، فصل فی الایات فی ضروب الحیوانات۔ صفحہ 385۔ الطبعۃ الاولی۔ 2013۔ وحدۃ البحوث والدراسات۔ المملکۃ المتحدۃ العربیۃ

[68] کتاب المجروحین من المحدثین۔ جلد دوم۔ صفحہ 328، ترجمہ نمبر 1014۔ دار الصمیعی للنشر والتوزیع۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔ 2000

[69] کتاب الموضوعات۔ جلد اول صفحہ 294۔ الناشر محمد عبد المحسن۔ صاحب المکتبۃ السلفیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔ 1966

"ھٰذا حدیث منکر جداً اسناداً و متناً لا احل لاحد ان یرویه عنی الا مع کلامی علیه ۔"[70]

ابو موسیٰ نے اس کی تخریج کی اور کہا یہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی اور متن کے اعتبار سے بھی سخت منکر ہے۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس حدیث کو میرے اس تبصرہ کے بغیر میرا نام لے کر بیان کرے۔

- امام جلال الدین السیوطی اس حدیث کو اپنی کتاب اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة میں موضوع (من گھڑت) قرار دیتے ہیں۔[71]
- علامہ ناصر الدین البانی بھی اس حدیث کو اپنی کتاب سلسلة احادیث الضعیفة والموضوعة و اثرها السیئ فی الامة میں موضوع (من گھڑت) قرار دیتے ہیں۔[72]

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا ساتواں سوال، اول تو علمائے اجلّ و محدثین کرام اس روایت کو بے اصل، موضوع، باطل اور من گھڑت کہتے ہیں۔ مگر آپ نے اس موضوع روایت میں بھی تحریف کر کے اس میں "میری پشت پر خاتم النبیین ﷺ سوار ہوں گے" کے الفاظ شامل کر دیئے۔ کیا ہمارے آقا و مولا ﷺ کو ان من گھڑت بے بنیاد اور بے اصل جھوٹی اور باطل روایات کی مدد سے اعلیٰ ترین، عظیم ترین اور مکمل ترین نبی ثابت کیا جا سکتا ہے؟

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا آٹھواں سوال، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو وضع کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو کیوں کہ اس کے اس عمل سے اسلام کا استہزاء ہو سکتا ہے، علامہ کیا آپ یہ روایت بیان کر کے دانستہ یا غیر دانستہ اس لعنت سے حصہ نہیں لے رہے؟

نویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے خطبہ میں سے ایک حدیث اس کتاب کے صفحہ 232 پر درج کی گئی ہے۔ اس کا عنوان ہے "ان کی برکتیں" علامہ فرماتے ہیں، "حضرت ام ایمن نے حضور ﷺ کا پیشاب مبارک پی لیا۔ صبح صحابہ نے پوچھا مائی صاحبہ آپ کو سمجھ نہیں لگی؟ آپ نے حضور کا پیشاب مبارک پی لیا، فرمایا میرے محبوب کے غلامو! مجھے سمجھ نہیں لگی اس میں خوشبو اتنی تھی۔"[73]

بیان کردہ حدیث کے الفاظ و ترجمہ کچھ یوں ہیں۔

"عن أم أيمن، قالت: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل إلى فخارة في جانب البيت فبال فيها فقمت من الليل، وأنا عطشانة فشربت ما فيها، وأنا لا أشعر فلما أصبح النبي صلى الله عليه وسلم قال: يا أم أيمن، قومي فأهريقي ما في تلك الفخارة قلت: قد والله شربت ما فيها، فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه، ثم قال: أما إنك لا تتجعين بطنك أبدًا۔"[74]

---

[70] الاصابة فی تمیز الصحابة۔ صفحہ 1775، ترجمہ نمبر 10660۔ المکتبة العصریة۔ بیروت۔ 2012

[71] اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب المناقب۔ جلد اوّل۔ صفحہ 276۔ دار المعرفة۔ بیروت۔ لبنان۔ 2000

[72] سلسلة احادیث الضعیفة والموضوعة واثرها السیئ فی الامة، جلد 11۔ صفحہ 678۔ حدیث نمبر 5405۔ مکتبة المعارف۔ الریاض۔ 1992

[73] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 232۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[74] معجم الکبیر للطبرانی جلد 25 صفحہ 89، 90۔ مکتبة ابن تیمیة القاہرة

ام ایمن سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں رسول اللہ ایک رات اٹھے اور گھر کی ایک جانب پیالے میں پیشاب کیا، اسی رات میں پیاس کی شدت کے ساتھ اٹھی اور پیالہ میں جو تھا میں نے پی لیا اور میں جان نہ سکی۔ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے ام ایمن اٹھو اور پیالے میں جو ہے اسے بہادو، تو میں نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم پیالے میں جو تھا وہ میں نے پی لیا۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ دانت مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا، خبر دار، بے شک اب آج کے بعد کبھی اپنے پیٹ میں بیماری نہ پاؤ گی۔"

مندرجہ بالا روایت میں اس کتاب میں سند کو (عمداً) حذف کیا گیا۔ اس لئے اس کی سند یہاں درج کرنا ضروری ہے۔

"حدثنا الحسين بن اسحاق التسترى ثنا عثمان بن ابى شيبة ثنا شبابة بن سوار حدثنى ابو مالك النخعى عن الاسود بن قيس عن نبيح العنزى عن ام ايمن---"[75]

اس روایت میں ایک راوی جن کا نام ابومالک النخعی ہے ضعیف ہیں۔ چنانچہ

- اسی معجم الکبیر للطبرانی کی تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی نے کی ہے۔ آپ اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

  "اس (روایت) میں ابومالک النخعی ضعیف ہیں۔"[76]

یہ روایت ایک اور سند سے بھی بیان کی جاتی ہے۔ جس کے بارہ میں موجودہ دور کے کچھ علماء کہتے ہیں کہ اس کی یہ سند قابل تیقن ہے۔ یہ سند حضرت امام عسقلانی اپنی مایہ ناز کتاب" الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ" میں لکھتے ہیں،

"و اخرج ابن السكنِ من طريق عبدالملك بن حصين عن نافعِ بن عطاء عن الوليد عبدالرحمن عن امّ ايمن---"[77]

یہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"ممکن ہے کہ یہ واقعہ کوئی اور ہو، کیونکہ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت برکۃ (حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنھا کی خادمہ) سے بھی منسوب ہے۔ ان سے منسوب یہ واقعہ ہم پہلے ان کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں۔ ابن سکن کا یہ دعویٰ ہے کہ برکۃ (خادمہ ام حبیبہ) کی کنیت بھی ام ایمن تھی۔ صحیح علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔"[78]

اس سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی صحیح سند بھی اشتباہ کا شکار ہے جس کا ذکر امام عسقلانی نے اپنی کتاب میں کیا!

اسی اشتباہ کا ذکر دلائل النبوۃ کی شرح میں علامہ زرقانی نے بھی کیا، فرماتے ہیں:۔

"و صحح ابن دحية انهما قصتان وقعتا لامراتين و قد وضح بركة ام يوسف غير بركة ام ايمن۔"[79]

یعنی اس کی تطبیق یا تصحیح ابن دحیہ نے یہ کہہ کر کی کہ یہ دو واقعات دو مختلف خواتین کے ساتھ ہوئے اور ابن دحیہ نے یہ بھی واضح کیا کہ برکہ ام یوسف اور ہیں اور برکہ ام ایمن اور خاتون۔

---

[75] معجم الکبیر للطبرانی جلد 25 صفحہ 89، 90۔ مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ

[76] معجم الکبیر للطبرانی جلد 25 صفحہ 90۔ مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ

[77] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ۔ صفحہ 1983، ترجمہ نمبر 11945۔ المکتبۃ العصریۃ۔ بیروت۔ 2012

[78] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ۔ صفحہ 1983، ترجمہ نمبر 11945۔ المکتبۃ العصریۃ۔ بیروت۔ 2012

[79] شرح العلامۃ زرقانی علیٰ مواھب اللدنیۃ، جلد 5 صفحہ 550۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ 1996

اس روایت کی سند کو جس انداز سے بھی دیکھیں تو امام المطہرین سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت اور سنت طاہرہ کو دیکھ کر طبیعت اس روایت کو نہیں مانتی۔ کیونکہ بول وبراز کی حاجات میں آنحضرت ﷺ کا اسوہ مرفوع احادیث میں بتکریر وارد ہوا ہے۔ مثلاً

حدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب القعنبي، حدثنا عبد العزيز يعني ابن محمد، عن محمد يعني ابن عمرو، عن ابي سلمة، عن المغيرة بن شعبة، "ان النبي ﷺ كان إذا ذهب المذهب ابعد[80]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت (یعنی پیشاب اور پاخانہ) کے لیے جاتے تو دور تشریف لے جاتے تھے۔

احادیث اس بات کو بھی بیان کرتی ہیں کہ کتنا دور جاتے تھے۔

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة ، حدثنا عبيد الله بن موسى ، انبانا إسماعيل بن عبد الملك ، عن ابي الزبير ، عن جابر ، قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ في سفر، وكان رسول الله ﷺ" لا ياتي البراز حتى يتغيب فلا يرى۔[81]

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے اس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک کہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے۔

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا نواں سوال، اتفاقاً ایک ہی واقعہ اتفاقاً دو مختلف خواتین جن کا نام اتفاقاً ایک ہی تھا یعنی برکہ۔۔۔ کیا اتفاقات کی اس انجمن سے اس روایت کا صحیح ثابت ہونا بنتا ہے؟

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا دسواں سوال، اس حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کی بحث کو چھوڑ بھی دیا جائے تب بھی "صبح صحابہ نے پوچھا مائی صاحبہ آپ کو سمجھ نہیں لگی؟ آپ نے حضور کا پیشاب مبارک پی لیا، فرمایا میرے محبوب کے غلامو! مجھے سمجھ نہیں لگی اس میں خوشبو آتی تھی " کے الفاظ آپ نے کس روایت سے لئے؟ کیونکہ آپ نے یہی روایت اسی کتاب کے صفحہ 278 پر درج فرمائی ہے، اور زرقانی جلد 5 صفحہ 549 کا حوالہ دیا ہے۔ اگر زرقانی کو دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ 'لطيب راحته' کے الفاظ ام ایمن کے نہیں بلکہ شارح کے ہیں![82]

یہاں بھی آپ نے کمزور روایت میں تحریف کی!!

دسویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی ایک تقریر سے ایک اقتباس اس کتاب میں دیا گیا ہے، اس کا عنوان ہے "**دعا کی قبولیت والے کلمات**" علامہ فرماتے ہیں،

"یا اللہ یہ کتا آگے سے گزر رہا ہے، تیرے نبی کے نماز پڑھاتے پڑھاتے اس سے پہلے کہ یہ کتا کہیں دائیں بائیں ہو اپنے نبی کی نماز کی حفاظت کر، اس کو برباد کر دے، اس کو ہلاک کر دے۔ کتا نبی کے آگے سے گزرے صحابہ گوارا نہ کریں۔۔۔"[83]

قارئین آیئے اس حدیث کی صحت کا معیار جانچتے ہیں،

اس روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں،

---

[80] سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب التخلي عند قضاء الحاجة، رقم الحدیث 1

[81] سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننہا ، .22باب : التباعد للبراز في الفضاء۔ رقم الحدیث 335

[82] شرح العلامۃ زرقانی علیٰ مواہب اللدنیۃ، جلد 5 صفحہ 549۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ 1996

[83] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 265۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

" وعن ابن عمر قال: سمعت رسول الله ﷺ يوم الجمعة وصلى بالناس العصر وهو قاعد في الركعتين الأولين فمر كلب ليقطع عليه صلاته، فأشفق أن يمر عليه فدعا سعد بن أبي وقاص على الكلب فأهلكه الله بقدرته، فلما فرغ النبي ﷺ من صلاته نظر إلى الكلب قد هلك قال: "من الداعي منكم على هذا الكلب؟". فلم يتكلم أحد، فأعاد النبي ﷺ فقال سعد عند ذلك: أنا الداعي يا رسول الله بأبي أنت وأمي، أشفقت أن يقطع عليك صلاتك فدعوت عليه، فقال له النبي ﷺ: "كيف دعوت عليه يا سعد؟". فقال سعد: سبحانك لا إله إلا أنت يا ذا الجلال والإكرام أهلك هذا الكلب قبل أن يقطع على نبيك صلاته. فقال نبي الله ﷺ: "يا سعد لقد دعوت في يوم وساعة بكلمات لو دعوت على من بين السماوات والأرض لاستجيب لك فأبشر يا سعد".[84]

ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: "میں نے سنا کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، جب وہ دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد بیٹھے تو ایک کتا آیا جس نے ان کی نماز کا ادا کرنے میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس کتے کے لئے بد دعا کی۔ کتا اللہ کی قدرت سے مر گیا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کر فارغ ہوئے، تو دریافت فرمایا، کہ کس نے اس کتے کو بد دعا دی؟ اس پر سب خاموش رہے اور کوئی بھی نہ بولا۔ حضور ﷺ نے یہی سوال دوبارہ دہرایا۔ اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے اس کے لئے بد دعا کی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ کتا آپ کی نماز میں حائل نہ ہو۔ اس پر حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کیسے دعا کی؟ حضرت سعد نے عرض کی، اے اللہ تو پاک ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اے جاہ و جلال کے مالک اس کتے کو ہلاک کر اس سے پہلے کہ یہ تیرے نبی کی نماز میں خلل ڈالے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، "اے سعد! تو نے اس دن اور اس دن کی ایسی گھڑی میں ایسے کلمات سے دعا کی ہے جس پر اگر تو آسمانوں اور زمین کے درمیان کسی کے لئے دعا کرتا تو قبول ہو جاتی۔ اے سعد تمہیں خوشخبری ہو۔

- یہ روایت **معجم الکبیر للطبرانی** میں ہے۔ اس کو امام نورالدین الھیثمی اپنی کتاب **مجمع الزوائد** میں بھی لائے ہیں۔ اور اس کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

" رواه الطبراني وفيه يحيى بن عبد الله البابلتي وهو ضعيف."[85]

اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند میں یحیٰی عبد اللہ البابلتی ہیں جو کہ ضعیف راوی ہیں۔

- ابن حبان ان کے بارہ میں کہتے ہیں کہ

"كان كثير الخطا،"[86]

یہ (روایات میں) بکثرت غلطیاں کرتے تھے۔

اسی روایت میں ایک راوی ایوب بن نهیک بھی ہیں۔ ان کے بارہ میں بھی امام نورالدین الھیثمی یہی رائے رکھتے ہیں کہ یہ بھی ضعیف ہیں۔[87]

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا گیارہواں سوال، ضعیف رواۃ کی روایت کردہ احادیث میں بیان کردہ واقعات سے اگر آپ لوگوں کو اشتعال دلائیں گے اور وہ قانون کو ہاتھ میں لے کر کسی کا خون کریں گے تو کیا اس خون کے وبال کا ایک حصہ آپ پر نہیں ہوگا؟

---

[84] معجم الکبیر للطبرانی جلد 12 صفحہ 443۔ رقم الحدیث 13610۔ مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ
[85] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ جلد 20 صفحہ 391۔ حاشیہ۔ رقم الحدیث 17220۔ دار المنہاج 2015
[86] کتاب المجروحین من المحدثین۔ جلد دوم۔ صفحہ 479، ترجمہ نمبر 1220۔ دار الصمیعی للنشر والتوزیع۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔ 2000
[87] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ جلد 20 صفحہ 391۔ حاشیہ۔ رقم الحدیث 17220۔ دار المنہاج 2015

گیارہویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی ایک تقریر سے ایک اقتباس اس کتاب میں دیا گیا ہے، اس کا عنوان ہے "تین کنجیاں" علامہ فرماتے ہیں،

"آپ ﷺ کی امی جان فرماتی ہیں ایک سفید بادل آیا اور اس نے حضور کو ڈھانپ لیا پھر حضور ﷺ غائب ہو گئے پھر پردہ ہٹا تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ ایک سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں، سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں۔"[88]

اس حوالہ کے بعد علامہ کی ان تقاریر کے جامعین نے مدارج النبوۃ از شیخ عبد الحق محدث دہلوی صاحب کی کتاب کا حوالہ دیا ہے ایسے ہی الخصائص الکبریٰ از امام جلال الدین السیوطی کا حوالہ بھی دیا۔ اس جگہ علامہ سیوطی انہی روایات کو لکھا ہے اور یہ روایات انہوں نے ابو نعیم سے لی ہیں۔[89]

اب اگر ان روایات کا پیچھا کیا جائے تو یہ ابو نعیم نے حضرت ابن عباس کے واسطے سے دلائل النبوۃ میں درج کی ہیں۔ اور ساتھ لکھا ہے،

"و فیه نکارة"[90]

ان روایات میں شدید نکارت ہے۔ یعنی منکر روایات ہیں اور یہ روایات صحیح نہیں۔

امام السیوطی نے جب یہ روایات اپنی کتاب الخصائص میں تحریر کیں تو ایک بہت دلچسپ تبصرہ بھی ساتھ کیا۔ اس تبصرہ سے اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات کی قلعی کھلتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"قلت۔ هٰذا الاثر والثران قبله فیها نکارة شدیدة و لن اورد فی کتابی هٰذا اشد نکارة منها، و لن تکن نفسی لتطیب بایرادها لکنی تبعت الحافظ ابا نعیم فی ذٰلک۔"[91]

میرے نزدیک اس اثر میں اور اس سے ماقبل دو آثار میں شدید نکارت پائی جاتی ہے۔ میری اس کتاب میں اس سے زیادہ منکر روایت کوئی نہیں۔ اگر میں نے بادل نخواستہ ان کو تحریر کیا تو صرف ابو نعیم کی اتباع کی۔

مولانا انہی روایات کا حوالہ ایک اور جگہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں،

"(ان روایات کو درج کرتے ہوئے) اعلیٰ حضرت (احمد خاں رضا بریلوی) نے آٹھ کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔"[92]

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا بار ہوا سوال، منکر روایات کے حوالے اگر آٹھ کی جگہ اسّی کتب سے بھی دیئے جائیں تو کیا ان کی "نکارت" کم ہو جاتی ہے؟

---

[88] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 282۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[89] الخصائص الکبریٰ۔ جلد 1 صفحہ 82۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔

[90] دلائل النبوۃ۔ الجزء الاول۔ صفحہ 126 المکتب الاسلامی۔ بیروت۔ 2004

[91] الخصائص الکبریٰ۔ جلد 1 صفحہ 83۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔

[92] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 283۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

بارہویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی ایک اور تقریر کا ایک حصہ اس کتاب میں دیا گیا ہے، اس کا عنوان ہے "گستاخ کے قتل پر حضور ﷺ کی خوشی" علامہ فرماتے ہیں،

"کعب بن اشرف کو مارنے کے لئے حضور ﷺ نے پانچ صحابہ بھیجے۔۔۔ حضور ﷺ نے (اپنے اصحاب سے) فرمایا کعب بن اشرف ادھر رہتا ہے جو میرے خلاف باتیں کرتا ہے۔ وہ میرا دشمن ہے۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جاؤ ﷺ میرے اس دشمن کو مار کر آؤ اللہ کی برکت اور مدد تمہارے ساتھ ہے۔"[93]

اس مقدمہ کے ساتھ علامہ نے بخاری کی ایک حدیث بیان کی،

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو :سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ , فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ، قَالَ:" نَعَمْ"، قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا، قَالَ:" قُلْ" , فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً , وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَمَلُّنَّهُ، قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ , وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ , وحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، فَقُلْتُ لَهُ: فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، فَقَالَ:" أُرَى فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ"، فَقَالَ: نَعَمِ ارْهَنُونِي، قَالُوا: أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ؟ قَالَ: ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ: فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ؟ فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ , هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ، قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَتْ لَهُ: امْرَأَتُهُ أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ، فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ، وَقَالَ: غَيْرُ عَمْرٍو، قَالَتْ: أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ، قَالَ: إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ، قَالَ: وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ، قِيلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمْرٌو، قَالَ: سَمَّى بَعْضَهُمْ، قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، وَقَالَ: غَيْرُ عَمْرٍو أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ , وَالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ , وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، فَقَالَ: إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ، وَقَالَ مَرَّةً: ثُمَّ أُشِمُّكُمْ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ، وَقَالَ: غَيْرُ عَمْرٍو، قَالَ: عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ، قَالَ عَمْرٌو، فَقَالَ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشُمَّ رَأْسَكَ، قَالَ: نَعَمْ فَشَمَّهُ، ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذَنُ لِي، قَالَ: نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ، قَالَ: دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ[94]."

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے کہا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستارہا ہے۔ “اس پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آپ نے فرمایا” ہاں مجھ کو یہ پسند ہے۔ “انہوں نے عرض کیا، پھر آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا، یہ شخص) اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا (ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا مارا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا، ابھی آگے دیکھنا، خدا کی قسم! بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، چونکہ ہم نے بھی اب ان کی اتباع کرلی ہے۔ اس لیے جب تک یہ نہ کھل جائے کہ ان کا

---

[93] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 287۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[94] بخاری، کِتَاب الْمَغَازِي بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ ۔ رقم الحدیث 4037

انجام کیا ہوتا ہے، انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ تم سے ایک وسق یا) راوی نے بیان کیا کہ (دو وسق غلہ قرض لینے آیا ہوں۔ اور ہم سے عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی دفعہ بیان کی لیکن ایک وسق یا دو وسق غلے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ حدیث میں ایک یا دو وسق کا ذکر ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرا بھی خیال ہے کہ حدیث میں ایک یا دو وسق کا ذکر آیا ہے۔ کعب بن اشرف نے کہا، ہاں، میرے پاس کچھ گروی رکھ دو۔ انہوں نے پوچھا، گروی میں تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، اپنی عورتوں کو رکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ تم عرب کے بہت خوبصورت مرد ہو۔ ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ اس نے کہا، پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا، ہم بچوں کو کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ کل انہیں اسی پر گالیاں دی جائیں گی کہ ایک یا دو وسق غلے پر اسے رہن رکھ دیا گیا تھا، یہ تو بڑی بے غیرتی ہوگی۔ البتہ ہم تمہارے پاس اپنے "اللأمة" گروی رکھ سکتے ہیں۔ سفیان نے کہا کہ مراد اس سے ہتھیار تھے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کے وقت اس کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ ابونائلہ بھی موجود تھے وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انہوں نے آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس وقت) اتنی رات گئے (کہاں باہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا، وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ عمرو کے سوا) دوسرے راوی (نے بیان کیا کہ اس کی بیوی نے اس سے کہا تھا کہ مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے جواب دیا کہ میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں۔ شریف کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب محمد بن مسلمہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو نے بیان کیا کہ وہ آئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے اور عمرو بن دینار کے سوا) راوی نے (ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر نام بتائے تھے۔ عمرو نے بیان کیا کہ وہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو لائے تھے اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب آئے تو میں اس کے) سر کے (بال ہاتھ میں لے لوں گا اور اسے سونگھنے لگوں گا۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ عمرو نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ پھر میں اس کا سر سونگھوں گا۔ آخر کعب چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے جسم سے خوشبو پھوٹی پڑتی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ عمرو کے سوا) دوسرے راوی (نے بیان کیا کہ کعب اس پر بولا، میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ عمرو نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے؟ اس نے کہا، سونگھ سکتے ہو۔ راوی نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ پھر انہوں نے کہا، کیا دوبارہ سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے اس مرتبہ بھی اجازت دے دی۔ پھر جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی۔

اس حدیث سے علامہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کعب بن اشرف کا قتل اس کی گستاخیوں کی وجہ سے ہوا۔ اور یہ سزا خود آنحضرت ﷺ نے سنائی۔ اب ہم تاریخ کے مستند اوراق کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ کیا واقعی کعب بن اشرف کو اس کی گستاخیوں کی سزا کے طور پر قتل کیا گیا؟

کعب بن اشرف:

کعب بن اشرف بنو نضیر یہودی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی ماں یہودیہ تھی۔ اس نے بھی اپنی ماں کے واسطے سے یہودیت قبول کی۔ اس کا ننھیال بنو نضیر کے سردار تھے۔ یہ مدینہ کے قریب ایک قلعہ میں رہتا تھا اور اجناس کی تجارت کرتا تھا۔[95]

---

[95] الاعلام۔ خیر الدین زرکلی، جلد 5، صفحہ 225۔ دار العلم للملایین۔ بیروت۔ 2002

- جب کعب بن اشرف کو یہ علم ہوا کہ بدر میں کون کون سے زعمائے مکہ قتل ہوئے تو اس نے کچھ الفاظ کہے جن سے بخوبی اندازا ہوتا ہے کہ یہ کس قسم کا خطرناک بدبخت منافق تھا۔ ابن ھشام اس لکھتے ہیں،

"حين بلغه الخبر: أحق هذا ؟ أترون محمدا قتل هؤلاء الذين يسمي هذان الرجلان يعني زيدا وعبد الله بن رواحة فهؤلاء أشراف العرب وملوك الناس والله لئن كان محمد أصاب هؤلاء القوم لبطن الأرض خير من ظهرها۔"[96]

جب یہ خبر اس تک پہنچی تو اس نے کہا، کیا یہ سچ ہے؟ کہ محمد ﷺ نے ان افراد کو مارا جن کے اسماء یہ دونوں یعنی زید اور عبد اللہ بن رواحہ لے رہے ہیں۔ یہ لوگ عرب کے اشراف اور لوگوں کے سردار تھے۔ خدا کی قسم، اگر محمد ﷺ نے ان لوگوں کو سزا دی تو یقیناً زمین کا زیریں حصہ اس کے بالائی حصہ سے بہتر ہے۔

- امام محمد بن یوسف الشامی اپنی مؤقر کتاب سبل الھدیٰ والرشاد میں لکھتے ہیں کہ،

"جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور سرداران قریش کے قتل ہو جانے سے اس کو انتہائی رنج و صدمہ ہوا۔ چنانچہ یہ قریش کی تعزیت کے لیے مکہ گیا اور کفارِ قریش کا جو بدر میں مقتول ہوئے تھے ایسا پر درد مرثیہ لکھا کہ جس کو سن کر سامعین کے مجمع میں ماتم برپا ہو جاتا تھا۔ اس مرثیہ کو یہ شخص قریش کو سنا سنا کر خود بھی زار زار روتا تھا اور سامعین کو بھی رلاتا تھا۔ مکہ میں ابوسفیان سے ملا اور اس کو مسلمانوں سے جنگِ بدر کا بدلہ لینے پر ابھارا بلکہ ابوسفیان کو لے کر حرم میں آیا۔" مزید لکھتے ہیں،

"و ذكر ابن عائذ انّ كعباً حالف قريشاً عند استار الكعبة علىٰ قتال المسلمين"

ابن عائذ بیان کرتے ہیں کہ کعب نے اور قریش مکہ نے اکٹھے ہو کر کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی قسمیں کھائیں۔ کہ مسلمانوں سے بدر کا ضرور انتقام لیں گے پھر مکہ سے مدینہ لوٹ کر آیا۔"[97]

- مندرجہ بالا بات من و عن ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بھی تحریر کی ہے۔[98]
- علماء اور علم حدیث کے طلبہ کے ہاں ایک مقولہ بہت مشہور ہے۔ اس کے مطابق "فقه البخاری فی تراجمه" یعنی صحیح بخاری کا صحیح فہم و ادراک اس میں ہے کہ اگر امام بخاری اس کو کئی ابواب میں نقل کرتے ہیں تو سب جگہوں پر اس حدیث کے استدلالات مختلف ہوں گے۔ اور نیا علم و عرفان حاصل ہو گا۔ قتل کعب بن اشرف کی حدیث کو امام بخاری کتاب الجھاد والسیر میں باب الفتک باھل الحرب میں لائے ہیں۔ اس کا یہ معنیٰ ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک کعب بن اشرف "حربی کافر" تھا۔[99]
- ایسا ہی امام مسلم اس کو طاغوت الیھود قرار دیتے ہیں۔[100] اس کا قتل یہودی سردار ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ حربی، دغاباز، معاہدہ توڑنے والے اور اسٹیٹ آف مدینہ کے خلاف محارب لشکروں کی امداد کی وجہ سے تھا۔
- ابن ھشام اپنی سیرت، السیرۃ النبویۃ میں ابن اسحٰق سے روایت کرتے ہوئے کعب بن اشرف کی ایک اور شیطانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

---

[96] السیرۃ النبویۃ۔ لابن ھشام الجزء الثالث صفحہ 13۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت 1990
[97] سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 40 و 41۔ القاھرۃ۔ 1997
[98] السیرۃ النبویۃ۔ لابن ھشام الجزء الثالث صفحہ 13۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت 1990
[99] صحیح بخاری۔ کتاب الجھاد والسیر۔ باب الفتک علیٰ باھل الحرب رقم الحدیث 3032
[100] صحیح مسلم۔ کتاب الجھاد والسیر۔ باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیھود۔ رقم الحدیث 4664

"و کان کردم بن قیس حلیف کعب بن الاشرف و حیی بن الاخطب ۔۔۔یاتون رجالاً من الانصار کانوا یخالطونھم ینتصحون لھم من اصحاب رسول اللہ ﷺ فیقولون لھم ، لا تنفقوا اموالکم فانا نخشیٰ علیکم الفقر فی ذھابھا و لا تسارعوا فی النفقة فانکم لا تدرون علام یکون۔"[101]

یعنی کردم بن قیس جو کعب بن اشرف کا حلیف تھا اور حیی بن اخطب وغیرہ یہودی مسلمان انصار کے پاس آتے ان کے پاس بیٹھتے اور ان کو (منافقانہ) خیر خواہی دکھاتے ہوئے کہتے کہ تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے جو تم اپنے اموال یوں بے دریغ لٹا رہے ہو۔ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ تمہیں غربت نہ آ لے۔ زیادہ بڑھ بڑھ کر خرچ نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کل کو کیا ہو!

یعنی یہ فتنہ پرداز لوگ اسلامی سوسائٹی میں رخنے ڈالتے تھے۔ ریاست کے امور میں رکاوٹ پیدا کرتے اور ایک دبی ہوئی مگر منظم کوشش سے اسلام اور ریاست کو نقصاب پہنچانے کی مذموم کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے۔

- علامہ زرقانی اس کی کارستانیوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کعب بن اشرف ایک شاعر تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا اور کفار قریش کو اس ہجو کے ذریعہ مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنے کے لئے اکساتا تھا۔ جب رسول کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ (یہودی و مسلمان) ملے جلے تھے آپ نے ان کی اصلاح کی کوشش فرمائی۔ یہود مسلمانوں کو شدید تکالیف پہنچاتے تھے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان کو صبر کا حکم دیا۔۔۔"

پھر بہت اہم بات لکھتے ہیں،

"و قد کان عاھد النبی ﷺ قبل ان لا یعین علیه احداً فنقض کعب العھدَ۔"[102]

اور آنحضور ﷺ کا یہود سے معاہدہ تھا کہ کوئی بھی مسلمانوں کے خلاف مسلامنوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کرے گا۔ مگر ہوا یوں کہ کعب نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور معاہدہ توڑ دیا۔

اسی کتاب میں علامہ زرقانی حدیث کے ان الفاظ کو " مَنْ لِکَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ" کو کھولتے ہوئے لکھتے ہیں،

"ای ینتدب لقتله ۔ فقد استعلن بعداوتنا و ھجانا قد خرض الیٰ قریش فجمعھم علیٰ قتالنا۔"[103]

کون میری اس پکار کا جواب دے گا کہ اس کو قتل کرے۔ کیونکہ اس (کعب بن اشرف) نے ہمارے خلاف دشمنی کا اعلان کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ہجو کر کے قریش کو اکسایا ہے اور ہمارے خلاف جنگ کے لئے جمع کیا ہے۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں ھجانا حضور ﷺ کی سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے مراد عام توہین ہے؟

اس سوال کا جواب بھی امام زرقانی نے اپنی شرح میں دیا۔ فرماتے ہیں،

" (و ھجانا، و قد خرج الی الشرکین) بمکة (فجمعھم) حملھم (علیٰ قتالنا) بقوله الشعر لھم،و تذکیرھم قتلی بدر۔"[104]

---

101 السیرۃ النبویۃ۔ لابن ھشام الجزء الثانی صفحہ 201۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت 1990

102 شرح العلامۃ زرقانی علیٰ مواھب اللدنیۃ، جلد 3 صفحہ 369۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ 1996

103 شرح العلامۃ زرقانی علیٰ مواھب اللدنیۃ، جلد 3 صفحہ 370۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ 1996

104 شرح العلامۃ زرقانی علیٰ مواھب اللدنیۃ، جلد 3 صفحہ 370۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ 1996

یعنی اس نے ہجو ہماری ہجو کی اور مکہ میں مشرکین کی جانب گیا۔ ان سب کو شعر وشاعری کے ذریعہ، بدر کے مقتولوں کو یاد کروا کرواکر ہمارے ساتھ جنگ وجدل کے لئے جمع کیا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ "ہجو یہ شاعری "کا اثر عرب معاشرہ میں بہت منفی ہوتا تھا، اس سے سماج میں سوچ کی تحریک پیدا ہوتی تھی۔ ہجو یہ شاعری میں تشدد، اختلافات اور نفرت کی روایات شامل ہوتی تھیں جو معاشرتی تناظر کو متاثر کرتی تھیں۔ یہ سماجی تشدد سماج میں فساد کو ہوا دیتیں قبیح زبانی یا تنقیدی افعال کے ذریعے اقوام و قبائل کو آپس میں لڑانا اور انسانی جذبات اور انتہائی مواقف کا پیش خیمہ بنتی تھی۔ عرب معاشرہ میں بسا اوقات زبان تلوار سے زیادہ کاری ضرب لگاتی تھی۔

- یہاں ایک اور بار قابل ذکر ہے کہ بنو نضیر کے سردار کعب بن اشرف کی حرکات کی وجہ سے مسلمان مدینہ میں اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے تھے، اور ان سے ایک مسلسل خطرہ کا شکار تھے تو ان کو سبق سکھنا ضروری تھا۔
- امام زرکلی نے بھی اپنی کتاب اعلام میں مندرجہ بالا بات تحریر فرمائی ہے۔[105]
- امام ابن سعد الطبقات میں لکھتے ہیں:۔

"فاصبحت الیهود مذعورین، فجاءوا النبی ﷺ فقالوا: قتل سیدنا غیلةً۔ فذکّرهم النبی ﷺ صنیعه و ما کان یحض علیهم و یحرض قتالهم و یؤذیهم، ثم دعاهم الی ان یکتبوا بینه و بینهم صلحاً احسبه۔"[106]

جب یہود کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ خوفزدہ ہو گئے اور جب صبح ہوئی تو یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارا سردار اس طرح مارا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتا تھا اور لوگوں کو ہمارے خلاف قتال پر برانگیختہ کرتا اور آمادہ کرتا تھا۔ اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک عہد نامہ لکھوایا کہ یہود میں سے آئندہ کوئی اس قسم کی حرکت نہ کرے گا۔

اس سب تحقیق سے معلوم ہوا کہ کعب بن اشرف کا قتل صرف اس کی بدزبانی یا یاوہ گوئی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ایسی بکواس کرنے والے تو اس ماحول میں اور بھی کئی تھے مگر ان کو قتل نہیں کیا گیا۔ اس کے قتل کے محرکات میں نقض معاہدہ، مشرکین کے ساتھ مل کر ریشہ دوانیاں، قتال پر ابھارنا، مسلمان عورتوں کی پاکدامنی کے بارہ میں ہجو یہ شاعری اور ریاست اسلامی میں لوگوں کو ریاستی اداروں کے خلاف کرنا جیسے جرائم تھے۔

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا تیرہواں سوال، کیا آپ اس تمام تحقیق کا کوئی مؤثر جواب دے سکتے ہیں؟ کیونکہ آپ نے اس مقدمہ میں نا صرف کتمان حق کیا بلکہ آدھا سچ بولا جو کہ کتمان حق سے بھی زیادہ گمراہ کن ہوتا ہے۔

تیرھویں روایت

علامہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تدفین کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"آپ (حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ) جب دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو آپ نے فرمایا جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو چارپائی پر رکھ کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دینا، اجازت مانگنا کہ غلام آیا ہے اجازت ہو تو داخل حجرہ کریں۔۔۔ پھر اندر سے آواز آئی۔ اَدْخِلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ کہ محبوب کو محبوب سے ملا دو۔"[107]

اس کے ساتھ عربی روایت کے الفاظ لکھے ہیں،

---

[105] الاعلام۔ خیر الدین زرکلی، جلد 5، صفحہ 225۔ دار العلم للملایین۔ بیروت۔ 2002

[106] طبقات ابن سعد۔ جلد دوم صفحہ 31۔ الناشر مکتبۃ الخانجی۔ القاہرۃ۔

[107] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 293۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

" و قد رُوي عن أبى بكر الصديق رضى الله عنه لما حضرته الوفاة قال لهم، إذا متّ وفرغتم من جهازي فاحملوني حتى تقفوا بباب البيت الذي فيه قبر النبي (ص) فقفوا بالباب وقولوا : السلام عليك يا رسول الله هذا أبوبكر يستأذن ، فإن اذن لكم و فتح الباب وكان الباب مغلقاً بقفل فأدخلوني وادفنوني ، وإن لم يؤذن لكم فأخرجوني إلى البقيع وادفنوني به ، ففعلوا فلما وقفوا بالباب وقالوا هذا سقط القفل وانفتح الباب وسمع هاتف من داخل القبر : ادخلو الحبيب إلى الحبيب فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق۔"[108]

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے لوگوں سے فرمایا: جب میں مر جاؤں اور تم لوگ میری میت کو تیار کر دو تو مجھے اٹھا کر اس گھر کے دروازے پر لے کر ٹھہر جانا اور یہ کہنا: یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو! یہ ابو بکر اندر آنے کی اجازت مانگتا ہے۔ اگر نبی اکرم ﷺ تمہیں اجازت دے دیں اور دروازہ کھول دیں، (راوی کہتے ہیں وہ دروازہ بند ہوتا تھا۔) تو تم لوگ مجھے اندر لے جانا اور مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر وہ تمہیں اجازت نہ دیں تو تم مجھے جنت البقیع میں لے جا کر وہاں مجھے دفن کر دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جب وہ دروازے پر ٹھہرے اور انہوں نے یہ بات کہی تو اس کا قفل گر گیا اور دروازہ کھل گیا۔ اور گھر کے اندر سے کسی ہاتف غیبی نے یہ کہا: حبیب کو حبیب کے ساتھ ملا دو کیونکہ حبیب اپنے حبیب کا مشتاق ہے۔

- اگر بغور دیکھا جائے تو امام آجری (المتوفیٰ 360ھ) یہ روایت کسی واسطہ سے بیان نہیں کر رہے، بلکہ لکھے رہے ہیں "رُوِیَ" یعنی یہ بات نقل کی جاتی ہے اب کس واسطہ سے نقل کی جاتی ہے اس کا کچھ نہیں فرماتے۔
- ابن عساکر اس روایت کو منکر قرار دیتے ہیں۔[109]
- ابن عساکر کے کسی روایت کو منکر کہنے کا مطلب کیا ہے۔ علامہ امام نور الدین ابن عراق الکنانی (المتوفیٰ 963ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كثيرا ما يقتصر ابن عساكر على وصف الحديث بالنكارة وهو عنده موضوع"[110]

ابن عساکر اکثر حدیث کو نکارت (یعنی منکر) کے ساتھ وصف کرنے تک محدود رکھتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک موضوع یعنی من گھڑت ہوتی ہے۔
گویا ابن عساکر کے نزدیک یہ روایت موضوع کا حکم رکھتی ہے۔

- علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے بیان کردہ واقعات کے جامعین نے اس واقعہ کو درج کرنے کے بعد تاریخ دمشق لابن عساکر کا حوالہ تو دیا مگر اس واقعہ کے بارہ میں ابن عساکر کیا رائے رکھتے ہیں وہ بیان نہیں کی۔ خیر اس دانستہ غلطی کا جواب ہم دے دیتے ہیں، ابن عساکر کی رائے حضرت امام سیوطی نے اسی واقعہ کو درج کرنے کے بعد لکھی، آپ فرماتے ہیں:۔

"و قال ابن عساكر هذا حديث منكر و فى اسناده ابو الطاهر موسى بن محمد بن عطاء المقدسى كذاب عن عبدالجليل و هو مجهول۔"[111]

یعنی ابن عساکر نے کہا یہ روایت منکر ہے۔ اور اس کی سند میں ابو الطاہر موسیٰ بن محمد بن عطاء المقدسی، کذّاب راوی ہے۔ اور اس سند میں ایک راوی عبد الجلیل مجھول ہے۔

- امام حافظ عقیلی اس راوی کے بارہ میں اپنی معروف کتاب "کتاب الضعفاء" میں لکھتے ہیں۔

"يحدث عن الثقات بالبواطيل والموضوعات"[112]

---

[108] الشریعۃ للآجری (مترجم)، جلد 3 صفحہ 511۔ مطبوعہ پروگریسو بکس۔ اردو بازار، لاہور۔ 2018
[109] تاریخ مدینہ دمشق۔ جلد 17۔ صفحہ 381۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان
[110] تنزیۃ الشریعۃ۔ جلد 2۔ صفحہ 277۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت لبنان۔ 1981
[111] الخصائص الکبریٰ۔ جلد 2 صفحہ 492۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔

یعنی یہ راوی ثقہ رواۃ سے باطل اور گھڑی گھڑائی احادیث بیان کیا کرتے تھے۔

- اس راوی کے بارہ میں علامہ ابن حبان بیان فرماتے ہیں:۔

"یضع الحدیث علیٰ الثقات و یروی ما لا اصل له عن الاثبات۔ "[113]

یہ راوی ثقہ رواۃ کے نام پر احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور ایسی روایات گھڑتا جن کا کوئی سر پیر نہ ہوتا اور نہ کوئی واقعاتی شہادت،

- امام ابو حاتم رازی ابو الطاہر موسی بن محمد بن عطاء المقدسی کے بارہ میں فرماتے ہیں،

"کان یکذب و یاتی بالاباطل۔۔۔سئل ابو زرعة عن ابی طاهر المقدسی فقال ۔۔کان یکذب"[114]

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں وہ جھوٹ بولتا تھا اور جھوٹی روایات کرتا تھا۔ ابو زرعۃ سے اس کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔

المختصر یہ روایت ادخلو الحبیب إلی الحبیب فإن الحبیب إلی الحبیب مشتاق بقول اجلّ محدثین کرام باطل، جھوٹی اور موضوع ہے!

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا چودھواں سوال، کیا صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی (جن کے بارہ میں قرآن کریم تعریفی کلمات رکھتا ہے) عزت و تکریم موضوع اور باطل احادیث کے ذریعہ سے ہو گی؟

چودھویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے ایک اور خطاب میں سے ایک حصہ دیا گیا ہے، جس کا عنوان ہے "ناموس رسالت کا پہرہ" اس کے تحت بیان فرماتے ہیں،

علامہ فرماتے ہیں،

"غزوہ بنی مصطلق میں عبد اللہ بن عبد اللہ ابن ابیّ نے کہہ دیا ہم عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ عبد اللہ نام ہے بیٹے کا بھی۔ جب عبد اللہ ابن ابی مدینہ منورہ آیا تو بیٹے نے یہ نہیں کہا کہ اباجی میں آپ سے بیزار ہوں، تلوار میان سے نکالی اور باپ کے سر پر رکھ دی۔۔۔ کچھ دنوں بعد پھر حضرت عبد اللہ پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں چلے گئے۔ فقال یا رسول اللہ ﷺ انّه بلغنی انّک ترید قتلَ عبدالله بن اُبیّ فیما بلغک عنه۔ عرض کی حضور ﷺ مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کو معاف نہیں کیا اور آپ میرے باپ کو قتل کروانا چاہتے ہیں لیکن کسی اور کے ذریعے سے، مجھے خبر پہنچی ہے، یہ صحابی نے بات کی۔ فان کنتَ فاعلاً فمرنی ان احمل الیک راسه۔ حضور جب بھی آپ کا جی چاہے فمرنی میرے باپ کو قتل کروانے کا تو کسی اور کو حکم نہیں دینا۔ حکم مجھے دینا ہے ان احمل الیک راسه میں گردن کاٹ کر سر اٹھا کر آپ کے قدموں میں لے آؤں گا۔۔۔ یہ ہے ناموس رسالت، یہ ہے رسول اللہ کی عزت پہ پہرہ۔ آج لوگ کہتے ہیں مولانا تھوڑی سی نرم بات کرو۔"[115]

اب اس روایت کے الفاظ کو دیکھتے ہیں اور انہی کتابوں سے دیکھتے ہیں جن کا حوالہ مولانا کے اقتباسات کے جامعین نے دیا۔ اور کتب کے علاوہ سیرت ابن ھشام کا حوالہ بھی دیا ہے۔ علامہ نے ہمیشہ کی طرح اس روایت کے صرف وہ الفاظ لئے جن سے ان کا مقصد پورا ہوتا تھا۔ اگر پوری روایت کے الفاظ نقل کرتے تو شائد ان کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

ابن ہشام اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں،

---

[112] کتاب الضعفاء جلد 5 صفحہ 468۔ ترجمہ نمبر 1750 ۔الطبعۃ الاولی، مطبوعہ دار ابن عباس۔ مصر

[113] کتاب المجروحین من المحدثین۔ جلد دوم۔ صفحہ 250، ترجمہ نمبر 916۔ دار الصمیعی للنشر والتوزیع۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔ 2000

[114] الجرح والتعدیل جلد 8 صفحہ 113۔ ترجمہ نمبر 715۔ دار مطبوعہ دار الفکر۔ بیروت لبنان

[115] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 301 تا 303۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

"فقال یا رسول اللہ ﷺ انّہ بلغنی انک ترید قتلَ عبداللہ بن آبیّ فیما بلغک عنہ فان کنتَ لا بدّ فاعلاً فمرنی بہ ان احمل الیک راسہ، فواللہ لقد علمت الخزرج ما کان لھا من رجل ابرّ بوالدہ منّی ، وانّی اخشیٰ ان تامر بہ غیری فیقتلہ، فلا تدعنی تفسی انظر الیٰ قاتل عبداللہ بن ابیّ یمشی فی النّاس ،فاقتلہ فاقتل مؤمناً بکافر، فادخل النار، فقال رسول اللہ ،'نترفق صحبتہ ما بقی معنا'۔"[116]

حضرت عبد اللہؓ نے عرض کی کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ (میرے باپ) عبد اللہ بن ابی کو قتل کروانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ انہیں قتل کرانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجئے میں قتل کیے دیتا ہوں۔ خدا کی قسم تمام خزرج میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ کا کوئی مطیع نہیں، تاہم، مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دے دیں۔ لیکن اگر کسی دوسرے مسلمان نے ان کو قتل کیا تو اپنے باپ کے قاتل کو میں دیکھ نہیں سکتا، لامحالہ اس کو قتل کر دوں گا اور ایک مسلمان کے مارنے سے جہنم کا مستوجب ہونگا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جب تک ہم میں موجود ہیں ہم ان سے اچھا برتاؤ کریں گے۔

مندرجہ بالا روایت کے بعض اور الفاظ بھی ملتے ہیں، یہ الفاظ امام ابن اثیر اپنی کتاب "اسد الغابہ فی تمییز الصحابۃ" میں لائے ہیں۔

"فقال رسول اللہ ،'بل نحسنُ صحبتہ و نترفّق بہ ما صحبنا ، ولا یتحدث النّاس انّ محمداً یقتل اصحابہ ولٰکن برّ اباک و احْسنْ صحبتہ۔"[117]

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہم اس کے ساتھ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے اچھا سلوک کریں گے اور نرمی اختیار کریں گے۔ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا ہے۔ تم اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور اس کے معاملہ میں نیکی اختیار کرو۔

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی سے قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ابن سلول کو قتل کر دیں، مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو منع فرما دیا۔[118]

آیئے، اب دیکھیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کے ساتھ پیارے آقا رحمۃ اللعالمین کا سلوک کیا تھا:۔

بخاری میں ہے،

عن ابن عمر ﷺ، ان عبد الله بن ابي لما توفي جاء ابنه إلى النبي ﷺ , فقال:" يا رسول الله اعطني قميصك اكفنه فيه وصل عليه واستغفر له، فاعطاه النبي ﷺ قميصه , فقال: آذني اصلي عليه فآذنه، فلما اراد ان يصلي عليه جذبه عمر ﷺ , فقال: اليس الله نهاك ان تصلي على المنافقين، فقال: انا بين خيرتين، قال الله تعالى: استغفر لهم او لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم سورة التوبة آية 80 , فصلى عليه , فنزلت: ولا تصل على احد منهم مات ابدا سورة التوبة آية 84."

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب عبد اللہ بن ابی کی موت ہوئی تو اس کا بیٹا (عبد اللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! والد کے کفن کے لیے آپ اپنی قمیص عنایت فرمایئے اور ان پر نماز پڑھئے اور مغفرت کی دعا کیجئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص غایت مروت کی وجہ سے عنایت کی اور فرمایا کہ مجھے بتانا میں نماز جنازہ پڑھوں گا۔ عبد اللہ نے اطلاع بھجوائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے پکڑ لیا اور عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے

---

[116] سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 238۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت 1990 والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ صفحہ 907، ترجمہ نمبر 5296۔ المکتبۃ العصریۃ۔ بیروت۔ 2012

[117] اسد الغابہ فی تمییز الصحابۃ۔ جلد 3 صفحہ 193۔ ترجمہ نمبر 3037۔ مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔ لبنان

[118] بخاری، کتاب المناقب۔ باب ماینھیٰ من دعوی الجاھلیۃ۔ رقم الحدیث 3518

اختیار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے " تو ان کے لیے استغفار کر یا نہ کر اور اگر تو ستر مرتبہ بھی استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہر گز معاف نہیں کرے گا "چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری " کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھانا"۔

مولانا اور ان کے متبعین سے میرا پندرہواں سوال، جب آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابیؓ بن سلول کے بیٹے کو نرمی اختیار کرنے اور حسن سلوک کا ارشاد فرمایا تو آپ نے روایت کے ان الفاظ کو کیوں چھپایا؟ آپ نے فرمایا" لوگ کہتے ہیں مولانا تھوڑی نرم بات کریں"، یہ ارشاد تو حسب حدیث رسول کریم ﷺ کا تھا! آپ کا عمل حضور ﷺ کے مبارک ارشاد کے برخلاف کیوں ہے؟ کیا یہ کسی مفاد کے لئے ہے یا اپنے اسلام مخالف نظریہ کی تشہیر کے لئے؟

سولہویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے ایک اور خطاب میں سے ایک حصہ دیا گیا ہے، جس کا عنوان ہے "ادب رسول ﷺ کا بیان" اس کے تحت بیان فرماتے ہیں،

"حضور ﷺ کی امی جان فرماتی ہیں جب حضور ﷺ ظاہری دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو آپ ﷺ نے یہی عرض کی، ربِّ ھبْ لی امتی۔(فتاویٰ رضویہ جلد 30 صفحہ 712)"۔

- جو حوالہ مولانا نے فتاویٰ رضویہ سے لیا ہے۔ جب ہم نے یہ حوالہ فتاوٰی رضویہ سے پڑھنے کی کوشش کی تو اس روایت کو بلا حوالہ و بلا اسناد لکھا گیا تھا۔ تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت کسی ذخیرہ احادیث میں صحیح یا ضعیف حالت میں نہیں مل سکی۔

پندرہویں روایت

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے ایک اور خطاب میں سے ایک حصہ دیا گیا ہے، جس کا عنوان ہے "ادب رسول ﷺ کا بیان" اس کے تحت بیان فرماتے ہیں،

"امام زرقانی نقل فرماتے ہیں، 'اس وقت (بوقت ولادت) آپ ﷺ انگلیوں کو اس طرح اٹھائے ہوئے تھے جیسے کوئی گریہ وزاری کرنے والا اٹھاتا ہے۔"[119]

اس روایت پر ہم علامہ شبلی نعمانی صاحب کی تحقیق و تبصرہ پیش کرتے ہیں۔

" آمنہ کہتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ایک روشنی چمکی جس سے تمام مشرق و مغرب روشن ہو گیا اور آپ دونوں ہاتھ ٹیک کر زمین پر گر پڑے (شاید مقصود یہ کہنا ہے کہ آپ ﷺ سجدہ میں گر گئے۔) پھر مٹھی سے مٹی اٹھائی (اہل میلاد اس سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے روئے زمین پر قبضہ کر لیا) اور آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ یہ **حکایت ابن سعد میں متعدد طریقوں سے مذکور ہے مگر ان میں سے کوئی قوی نہیں۔ اسی کے قریب قریب ابو نعیم اور طبرانی میں روائتیں ہیں، ان کا بھی یہی حال ہے۔**"[120]

---

[119] واقعات سیرت النبی ﷺ از علامہ خادم حسین رضوی۔ صفحہ 318۔ دعا پبلیکیشنز۔ لاہور

[120] سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی۔ جلد دوم۔ حصہ سوم۔ صفحہ 421۔ ادارہ اسلامیات پبلیکیشنز۔ 2002

اختتامیہ

چونکہ یہ روایات عام طور پر میلاد النبی ﷺ کے جلسوں وغیرہ اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کے بیان میں حنفی (بریلوی) علماء بیان کرتے ہیں اس لئے کوشش یہ کی گئی ہے کہ نوّے فیصد حوالہ جات بریلوی مکتبہ فکر کے جید متقدمین و متاخرین علماء کے حوالہ جات دیئے جائیں۔ ایسا ہی بریلوی مکتبہ فکر کے قیام سے پہلے جو اہل سنت کے جید علماء کرام ہیں ان کی کتب سے استفادہ کیا جائے۔ چونکہ جن صاحب کی کتاب میں موجود روایات پر یہ علمی محاکمہ پیش کیا جارہا ہے وہ بریلوی مکتبہ فکر کے عالم ہیں اس لئے یہ علمی بحث اس اعتراض سے بچ جائے گی کہ "یہ تو ہمارے علماء میں سے نہیں"

ضعیف، منکر اور موضوع روایات کے حوالہ سے ابن جوزی (المتوفی 597ھ) نے کوئی سات سو سال قبل ہی اپنی رائے کا اظہار کر دیا تھا، مناکیر کے بارہ میں تو آپ نے فرمایا،

"واعلم انّ حديث المنكر يقشعرّ له جلد طالب العلم ۔"[121]

اور جان لو کہ منکر روایت سے تو حدیث کے (سچے) طالب علم کی تو (جسم کی) جلد تک کانپ جاتی ہے۔ مگر افسوس کے ان منکر روایات کو زبان کے چسکے اور سامعین کی واہ واہ سمیٹنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

ملا علی قاری نے ایسے کمزور بے اصل روایات بیان کرنے والوں کے متعلق لکھا۔

"قوم حملهم على الوضع قصد الاغراب والاعجاب و هو كثير فى القصاص والوعاظ الذين لا نصيب لهم من العلم ولا حظ لهم من الفهم۔" [122]

ایسے لوگ جن کو وضع حدیث ہر عجیب و غریب واقعات بیان کرنے نے ابھارا یہ بہت سے قصہ گو اور واعظین حضرات ہیں جن کا علم و فہم سے کوئی حصہ نہیں۔

سخت ترین وعید، جو حدیث میں مذکور ہے، کو پس پشت ڈالا جاتا ہے کہ،

"حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ رَبِيعَةَ ، قَالَ: أَتَيْتُ الْمَسْجِدَ، وَالْمُغِيرَةُ أَمِيرُ الْكُوفَةِ، قَالَ: فَقَالَ الْمُغِيرَةُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ، لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[123]"

سعید بن عبید نے کہا: ہمیں علی بن ربیعہ والبی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں مسجد میں آیا اور) س وقت (حضرت مغیرہ) بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے امیر (گورنر) تھے: مغیرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے" : مجھ پر جھوٹ بولنا اس طرح نہیں جیسے میرے علاوہ کسی عام آدمی پر جھوٹ بولنا ہے، جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔"

یہ حدیث متواتر حدیث ہے جس کو کئی صحابہ نے نقل فرمایا۔ حدیث کے علم میں تو طالب علم کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ ایک صحت مند ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان ضعیف، منکر اور وضعی روایات کو بیان کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ اس کے مقاصد کے بارہ میں علماء نے بہت کچھ لکھا۔ مثلاً محافل میلاد کو گرمانا، لوگوں کو غلط روایات سنا کر ان کی واہ واہ سمیٹنا، مالی جلب و منفعت، دنیاوی جاہ و جلال، سیاسی فوائد وغیرہ۔

ان روایات کا اسلام کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا، یہ روایات شماتت اعداء کا باعث بنیں، امام ابن جوزی لکھتے ہیں۔

"فانه لم يقصد الا القدح فى الاسلام والاستهزاء به۔ "[124]

---

[121] کتاب الموضوعات۔ جلد اول صفحہ 103۔ الناشر محمد عبد المحسن۔ صاحب المکتبۃ السلفیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔ 1966

[122] الآثار المرفوعۃ۔ صفحہ 43۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1984

[123] صحيح مسلم، مقدمة۔ باب فِي التَّحْذِيرِ مِنَ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رقم الحديث 5

[124] کتاب الموضوعات۔ جلد اول صفحہ 294۔ الناشر محمد عبد المحسن۔ صاحب المکتبۃ السلفیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔ 1966

یقیناً اس (طرح کی روایات) کا مقصد اسلام میں عیب پیدا کرنا اور استہزاء کا نشانہ بنانا ہے۔

ایک اہل حدیث عالم محمد یحییٰ گوندلوی اس ذیل میں لکھتے ہیں۔

"اہل بدعت اور حنفی مقلدین پوری ڈھٹائی سے ضعیف اور من گھڑت روایات کی اشاعت پر کمر بستہ ہیں جس کا خاکہ ان حضرات کی کتابوں سے نظر آجاتا ہے اگر ان کی کتابوں کو عمومی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان میں ضعیف اور موضوع روایات کا ایک سمندر اُمڈ آیا ہے۔ اور پھر یہی بس نہیں بلکہ صحیح احادیث کو نہائت دیدہ دلیری اور بے شرمی سے رو کا جا رہا ہے حتیٰ کہ متفق علیہ احادیث جن کی صحت پر پوری امت کا اجماع ہے ان کو بھی نا قابل عمل بنانے کی سعی نامشکور کی جارہی ہے اور ضعیف اور من گھڑت روایات کو عوام میں اسلام کے نام پر ہی پیش کیا جارہا ہے۔"[125]

یہ روایات اکثر و بیشتر انہی کتب سے لی جاتیں ہیں جن کا مختصر اً ذکر ہم مقدمہ میں کر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ ملا معین الدین الھروی کی معارج النبوۃ (فارسی) اور مولوی عبد الحق محدث دہلی کی مدارج النبوۃ ہیں جن سے یہ روایات لی جاتی ہیں۔ اس بارہ میں مولانا ابو الکلام آزاد تحریر کرتے ہیں،

" شاید بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ آج اردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے ہیں اور رائج ہیں، وہ سب کے سب بے واسطہ یا بلواسطہ اسی (ملا معین الدین ھروی) کی کتابوں معارج النبوۃ، تفسیر سورہ یوسف بہ نقر اکار، قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موسوم بہ اعجاز موسوی وغیر ھائے سے ماخوذ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان کتابوں کے بعض حصے نہائت دلچسپ اور قابل دید ہیں مثلاً وہ صوفیانہ و عارفانہ لطائف و نکات و احادیث جو اقوال و مرویات صوفیاء سے لئے گئے ہیں یا خود اس (ملا معین الدین ھروی) نے پیدا کئے ہیں۔ لیکن ان لطائف کو کیا کیجیئے کہ اصل موضوع ہی سر تا سر مجموعہ خرافات ہے۔ یہ لوگ ان میں سے اکثر چیزوں کے خود موجد نہ تھے بلکہ اپنی جماعت کے پیش رو افراد کے متبع، لیکن فارسی میں لکھ کر اور کتب مجالس و وعظ کو شائع کر کے ان لوگوں نے تمام موضوعات و خرافات کو ایران و ہند میں پھیلا دیا اور چونکہ عوام بالطبع اس غذا کے خواہاں ہیں، بغیر کسی وقت کے ان کو قبول عام بھی حاصل ہو گیا۔"[126]

اگر یہ اعتراض ہو کہ مندرجہ بالا حوالہ ایک اہل حدیث عالم کا ہے تو ہم اہل سنت والجماعت کے بریلوی مکتبہ فکر کے بانی کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں شاید ان کی کسوٹی ہی استعمال کر کے علامہ اپنی بیان کردہ روایات کو ایک نظر دیکھ لیں۔

احمد خاں رضا بریلوی لکھتے ہیں،

"موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (1) قرآن عظیم (2) سنتِ متواترہ (3) یا اجماع قطعی قطعیات الدلالۃ (4) یا عقل صریح (5) یا حسن صحیح (6) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔ (7) یا معنیٰ شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پُر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو۔ جیسے معاذاللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔ (8) یا ایک جماعت جس ک عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے۔ (9) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں۔ (10) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔"[127]

اگر مندرجہ بالا شرائط جو ان کے اعلیٰ حضرت نے بیان کیں اپنی بیان کردہ روایات کو ان کی روشنی میں ہی دیکھ لیں تو ان روایات کی قلعی کھل جائے گی۔

---

[125] ضعیف اور موضوع روایات از محمد یحییٰ گوندلوی۔ صفحہ 19۔ مکتبہ اسلامیہ۔ اردو بازار۔ لاہور۔ طبع ثانی۔ سن اشاعت ستمبر 2006

[126] ولادت نبوی ﷺ از مولانا ابو الکلام آزاد۔ صفحہ 81۔ مکتبہ جمال۔ حسن مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور۔ 2012

[127] فتاویٰ رضویہ۔ جلد 5 صفحہ 462،462۔ مطبوعہ رضا فاونڈیشن۔ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور

یہ ادنیٰ سی کوشش کامل ترین، افضل ترین، اعلیٰ ترین اور اشرف ترین نبی ﷺ سے متعلق کمزور، بے سند، بے اصل، ضعیف اور وضعی احادیث وروایات کی حقیقت بیان کرنے کی کی گئی ہے۔ تاکہ یہ کھولا جائے کہ وجہ تخلیق کائنات، امام المطہرین، خاتم النبیین، سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و رفعت کو ان بے سروپا روایات کی ضرورت نہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر